رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

جلد ۱۰ || ۲۰ وفا ۱۳۴۰ ہش ۶ صفر ۱۳۸۱ھ ۲۰ جولائی ۱۹۶۱ء || نمبر ۲۹

اخبار احمدیہ

نخلہ ۱۴ جولائی (بوقت ۱/۲ ۱۰ بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں آج کی شائع شدہ اطلاع مظہر ہے کہ:-

کل حضور کی طبیعت بہتر رہی رات نیند ٹھیک طرح نہیں آئی
صبح کچھ بے چینی تھی۔

احباب جماعت التزام کے ساتھ دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور کو کامل و عاجل صحت اور کام کرنے والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین۔

— ہفتہ زیر اشاعت قادیان اور مضافات میں سخت گرمی رہی صرف ۱۷ جولائی کی شب کو ہلکی بارش ہوئی۔

قادیان ۱۸ جولائی۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

کینانور (مالابار) میں ایک دو منزلہ خوشنما احمدیہ مسجد کا افتتاح

مظلوم احمدیوں کی تمنائیں مسجد کی صورت میں ظاہر ہوئیں

کینانور (مالابار) کا ایک مشہور تاریخی اور تجارتی شہر ہے۔ یہاں پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز آپؑ کی زندگی میں ہی پہنچی۔ مالابار میں سب سے پہلی بیعت بھی اسی شہر میں ہوئی۔ اس کے بعد تیرہ ۱۰ افراد نے احمدیت قبول کی لیکن باقاعدہ جماعت ۳ نومبر ۱۹۱۵ء کو قائم ہوئی۔

اس وقت سے لے کر اب تک ایک مکان بطور مسجد استعمال کیا جاتا تھا کینانور کے احمدی احباب ایک طویل عرصہ سے اپنی ایک مسجد تعمیر کرنے کے لئے کوشش کرتے رہے۔ سنہ ۱۹۴۹ء سے اس کے لئے باقاعدہ چندہ جمع کرنا شروع کیا اس طرح ۸ دسمبر ۱۹۶۰ء بروز جمعہ بعد نماز عصر محترم مولوی عبد اللہ صاحب فاضل رئیس التبلیغ کیرالہ نے نئی مسجد کے لئے بنیاد رکھی۔ اور باقاعدہ مسجد کی تعمیر شروع ہوئی اور چھ ماہ کے اندر جماعت احمدیہ کینانور کی دیرینہ خواہش پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ یعنی مورخہ ۱۸ جون ۱۹۶۱ء شام کے ساڑھے چار بجے محترم مولوی عبد اللہ صاحب فاضل نے اس نئی مسجد کا افتتاح کیا۔

اس تقریب میں شامل ہونے کے لئے مالابار کی تمام احمدیہ جماعتوں کے نمائندے خصوصاً کوڈالی۔ پینگاڈی۔ تلی پرمبہ۔ کمبلا۔ موگرال۔ منگلور۔ مرکرہ تلچیرہ۔ وڈاگرا۔ کالیکٹ۔ الاتور۔ منارگھاٹ۔ چیلاکرا۔ کرونا گاپلی کے احمدی احباب شامل تھے۔ اس کے علاوہ کافی تعداد میں غیر احمدی اور غیر مسلم اصحاب بھی شریک تقریب ہوئے۔

افتتاح۔ ٹھیک سوا چار بجے محترم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل مبلغ سلسلہ مدراس نے اپنی دلنشین آواز سے تلاوت قرآن کریم کی بعدہٗ محترم مولوی محمد عبد اللہ صاحب فاضل نے احباب کو مخاطب کرتے ہوئے ایک مختصر مگر پر اثر تقریر فرمائی۔ اور دعا کے بعد چابی لگا کر مسجد کو کھولا۔ اسی وقت مولوی امینی صاحب نے اپنی پُر درد اور مسحور کن آواز سے سب سے پہلی اذان دی اور مولوی عبد اللہ صاحب کی اقتداء میں نماز عصر ادا کی گئی۔ بعدہٗ حاضرین کی خدمت میں عصرانہ پیش کیا گیا

بعد نماز مغرب مسجد کے سامنے ٹیوب لائٹ، ریلے کارڈ اور جھنڈیوں سے آراستہ خوبصورت پنڈال میں زیر صدارت محترم مولوی امینی صاحب افتتاحی جلسہ منعقد ہوا۔ محترم مولوی ابو الوفا صاحب کی قرأت اور تین بچیوں کی نظم خوانی کے بعد مکرم جناب این حامد صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کینانور نے سپاسنامہ پڑھ کر سنایا۔

اس کے بعد مکرم مولوی عبد اللہ صاحب نے افتتاحی تقریر فرمائی۔ آپ نے جماعت احمدیہ کینانور کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کینانور کی اولوالعزمی، قربانی، صبر و استقلال اور اس کے نتیجہ میں اس کی شاندار ترقی اور کامیابی کا ذکر کیا۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے محترم مولانا نے فرمایا کہ اس مسجد کا افتتاح سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صداقت کا ایک بیّن ثبوت ہے احمدیت کو اس شہر سے نیست و نابود کرنے کے لئے اُس وقت عوام کے علاوہ اعلیٰ احکام کی طرف سے بھی انتہائی کوشش ہوتی رہی۔ اور مٹھی بھر جماعت کے افراد کو ہر قسم کے دکھ تکلیف اور مشقت کا تختۂ مشق بنایا گیا۔ بارہا احمدیوں کے پیچھے غنڈوں اور شریر بچوں کو لگایا گیا۔ انہیں اپنے بیوی بچوں سے الگ کیا گیا۔ گھروں سے نکال دیا گیا۔ مساجد میں داخل ہونے سے روکا گیا۔ مقابر میں میتوں کے دفن کرنے میں مزاحمت کی گئی۔ بلکہ بعض حالات میں رات کو سر چھپانے کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ دن میں اگر باہر نکلا تو معیشت کا سامان دکانوں سے سامان نہیں ملتا۔ الغرض طرح طرح کے ظلم و ستم سے خوب ستائے گئے۔ مگر ان تمام احمدی احباب نے صبر و استقلال کو سامنے رکھتے ہوئے ہر قسم کی تکلیف کو ظلم و ستم کو برداشت کیا۔ خدا تعالیٰ نے نصرت و تائید کے سامان مہیا فرمائے۔ اور احمدیوں کو ہلاک کرنے کے منصوبے بنانے والوں کو خدا نے خود اپنے ہاتھ سے تباہ کیا۔ ذلیل و خوار کیا۔ اور اسی ذات پاک نے احمدیت کو مالابار کے مختلف حصوں میں پھیلا دیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اب احمدیت اس علاقہ میں ایک تناور اور سایہ دار درخت بن چکی ہے۔ آج جماعت کی روز افزوں ترقی اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ یہ جماعت خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا مقدس پودا ہے جسے اکھیڑنا کوئی آسان بات نہیں۔ مکرم مولوی صاحب نے اپنی تقریر کے آخر میں فرمایا کہ آج مالابار کے مختلف علاقوں سے احمدی احباب یہاں پر آئے ہوئے ہیں۔ مگر چھ سال قبل یہ ناممکن تھا کہ اس قدر تعداد میں احمدی احباب ایک جگہ جمع ہو جائیں آج یہ روح پرور نظارہ ہمیں اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ جماعت احمدیہ خدا کی قائم کردہ جماعت ہے۔ اس کو تباہ کرنے کی طاقت کسی کو نہیں۔ مکرم مولوی صاحب موصوف کی تقریر تمام حاضرین نے پرنم آنکھوں سے سنی اور سب خوشی کے آنسو بہاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے شکر سے لبریز تھے اور وہاں پر ایک عجیب سماں بندھا تھا۔ مولوی صاحب کی اس پر اثر تقریر کے بعد جناب عبد الرحیم صاحب نے تعمیر مسجد کے متعلق رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ انہوں نے بتایا کہ اس مسجد کی تعمیر کے لئے ۔/۱۳۷۸۶ خرچ ہوئے۔

صدارتی تقریر میں محترم مولوی امینی صاحب نے فرمایا کہ آج کا دن کینانور کے احمدیوں کیلئے عید کا دن ہے۔ آپ نے تعمیر کعبہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وحدہٗ لا شریک خدا کی عبادت کیلئے تیار کئے ہوئے کعبہ میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کو اس لئے داخل ہونے سے روکا گیا تھا کہ آپ توحید کی اشاعت کرتے تھے۔ یہی تجربہ کینانور کے احمدیوں کو بھی ہوا۔ یہ خیال کرنا کہ مسجدوں اور مقبروں سے روکنے اور اسی طرح بائیکاٹ وغیرہ سے اس سلسلہ کی ترقی کو روکا جا سکتا ہے فضول ہے اگر ایک جگہ احمدیوں کا بائیکاٹ کیا گیا تو سو جگہوں پر انکی جماعتیں قائم ہوتی ہیں اگر ایک جگہ انکے لئے مسجد بند کی گئی تو خدا تعالیٰ نے سینکڑوں جگہوں پر ان کے لئے نئی اور خوبصورت مسجدیں تعمیر کیں۔ اگر ایک قبرستان میں ان کا داخلہ منع کیا گیا تو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے بہتر سامان کر دیئے۔ کیونکہ یہ سلسلہ خدا کا اپنا سلسلہ ہے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اس کو دنیا سے مٹا سکتا ہے

مولوی صاحب کی اس تقریر کا ملیالم زبان میں ترجمہ مکرم مولوی ابو الوفا صاحب مبلغ مالابار نے کیا۔

اسکے بعد سیکرٹری جناب این عبد الرحیم صاحب ایڈیٹر ماہنامہ ستیہ دوتن (مالابار میں احمدیہ آرگن) نے وہ تمام پیغامات جو کہ اس موقعہ پر مختلف جماعتوں کی طرف سے موصول ہوئے تھے پڑھ کر سنائے۔ ان پیغامات میں جناب ناظر صاحب اعلیٰ قادیان محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ جناب ... (باقی صفحہ ۱۲ پر)

ملک صلاح الدین ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے راجا آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفتہ روزہ بدر قادیان — مورخہ ۲۰ر جولائی سنہ ۱۹۶۱ء

مروجہ تعلیم کے ساتھ بچوں کیلئے دینی تعلیم

شاید آپ اپنے نونہال کو روزانہ صبح سویرے سکول جاتے اور واپسی پر سکول کا کام گھر پر کرتے دیکھ کر مطمئن ہو جاتے ہوں کہ آپ کا نورِ نظر علم کے زیور سے آراستہ ہو رہا ہے۔ اور کسی وقت ایک چمکتا ہوا ستارہ بن کر خاندان اور ملک کا نام روشن کرے گا۔ خدا آپ کی ان نیک تمناؤں کو پورا کرے۔ اور عزیز کے دل و دماغ کو روشن کرے۔

اس میں شک نہیں کہ آزادی کے بعد ہمارے ملک نے جہاں دیگر شعبہ جات میں ترقی کی ہے۔ وہاں تعلیم کے میدان میں بھی کافی پیش رفت ہوئی ہے۔ چنانچہ حال ہی میں چودہ سال سے کم سال کے بچوں کی تعلیم لازمی قرار دے کر ملک سے ناخواندگی کا قلع قمع کرنے کی طرف قدم اٹھایا گیا ہے۔ وہ بڑا ہی خوشکن اور اطمینان بخش ہے۔

لیکن ترقی کے اس خوشنما پھول کے ساتھ ایک قسم کا کانٹا بھی ہے جس سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ ملک میں سیکولر نظام حکومت رائج ہے جس کی تشریح بھی وزیر اعظم مسٹر نہرو نے کی ہے:-

"ہندوستان نامذہبی ملک ہے اس کا مطلب لامذہبیت نہیں اس کا مطلب ہے تمام مذاہب کا یکساں احترام اور ان کے ماننے والوں سے یکساں سلوک۔"

(الجمعیۃ دہلی ۱۲/۷/۶۱)

با ایں ہمہ اس وقت سکولوں میں جو درسی کتابیں رائج ہیں۔ چونکہ ان کی تیاری میں ملک کی اکثریتی فرقہ کا زیادہ عمل دخل ہے۔ اس لئے ان کے مضامین میں انہیں کے مذہبی خیالات و نظریات کا انعکاس لازمی امر ہے اور ظاہر ہے کہ مذہبی نقطۂ نظر سے یہ چیز مسلم طلباء کے لئے نہایت درجہ ضرر رساں ہے اگر مسلمانوں نے اپنے طور پر اس کی طرف خصوصی توجہ نہ دی اور اس سے بچاؤ کے لئے کوئی خاطر خواہ عملی قدم نہ اٹھایا تو نئی پود کا غیر اسلامی خیالات و نظریات سے متاثر ہوتے چلے جانا یقینی امر ہے۔

خدانخواستہ اس طرح مسلم گھرانوں میں پیدا ہونے والے بچے سکولوں میں ایسی کتابوں کو پڑھ کر اندر ہی اندر غیر شعوری طور پر نہ صرف اسلام سے ناواقف رہیں بلکہ نصابی کتابوں کے مخصوص اندازِ تحریر و بیان سے متاثر ہو کر مقدس مذہب اسلام ہی سے متنفر ہوتے چلے جائیں۔

اگرچہ ملک میں رائج درسی کتابوں کو اس قسم کے زہریلے مواد سے مبرا رکھنے اور سیکولرزم کے تقاضوں کو صحیح رنگ میں پورا کرنے کیلئے مسلمانوں کی طرف سے جدوجہد جاری ہے مگر جب تک کہ ایسی کوششیں بار آور نہ ہوں مسلمانوں کو اپنے طور پر اس زہر کے لئے تریاق مہیا کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔

ہمارا یقین ہے کہ صحیح رنگ میں دینی تعلیم (جسے اسلام پیش کرتا ہے) کو رواج دینے سے ملک کے معاشرہ پر بھی خوشگوار اثر پڑے گا کیونکہ اصولی طور پر مذہب دل کی صفائی کرتا ہے۔ یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ ملکی قانون کا تسلط لوگوں کے جسموں پر اور ان کے ظاہری افعال و اعمال پر ہوتا ہے۔ دین کی حکومت انسانوں کے دلوں پر قائم ہوتی ہے۔ جب دل کی صفائی ہو گی اور دلوں میں نیک جذبات و خیالات پروان چڑھنے لگے تو باطن کا اثر ظاہر پر پڑنا لازمی ہے۔ اور اسی طرح نتیجۃً ملک میں ایسے لوگ بن جائیں گے جو اپنے بنی نوع کے سچے ہمدرد اور دیانتدار اور ہر حال میں ایثار و قربانی سے کام لینے والے ہونگے۔ اسلئے ملک میں پائیدار امن اور اس کے بسنے والوں میں محکم اعتماد و یگانگت پیدا کرنے کیلئے صحیح لائنوں پر دینی تعلیم کی ترویج ضروری ہے مگر جو صورت اس وقت سامنے آ رہی ہے۔ اس سے کسی طرح بھی اغماض سے کام نہیں لیا جا سکتا۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ کی نزاکت کا کما حقہٗ احساس کیا جائے تا اسی کے موافق اس کے مقابلہ کے لئے جدوجہد عمل میں لائی جائے۔

دنیا میں مذہب اور روحانیت سے برگشتہ کرنے کے لئے نت نئے سامان ہو رہے ہیں اگر ایسے نازک وقت میں ہندی مسلمانوں اور بالخصوص احمدی احباب نے اپنی نئی پود کو ایسے بُرے اثرات سے محفوظ رکھنے کی طرف توجہ نہ کی۔ تو اس کے نتائج بہت بُرے ہونگے۔

ممکن ہے بنک ممکن ہے ان میں اتر نے کا سوال ہے دیگر مسلم جماعتوں کو شاید بعض مشکلات کا سامنا ہو مگر ہم احمدیوں کے لئے بفضلہ تعالیٰ چنداں مشکل بات نہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی تنظیم ایسے طور پر پہلے ہی قائم ہے کہ بڑی عمر کے احباب کیلئے مجلس انصار اللہ اور جماعت کے نوجوانوں کیلئے خدام الاحمدیہ اور بچوں کے لئے اطفال الاحمدیہ کی مجالس قائم ہیں جن کا اپنا اپنا لائحہ عمل ہے۔ علاوہ ازیں جماعت کی خواتین کو لجنہ اماء اللہ اور بچیوں کو ناصرات الاحمدیہ کی تنظیموں میں منظم کیا گیا ہے۔ یہ جملہ تنظیمات و مجالس اس سلسلہ میں بڑا کام کر سکتی ہیں۔ اور عہدیداران جماعت کا فرض ہے کہ وقت کی اس اہم ضرورت کا احساس کرتے ہوئے سکولوں میں تعلیم پانے والے بچوں کی دینی رنگ میں تعلیم اور تربیت کا کام بھی اپنے دوسرے پروگراموں میں شامل کریں۔

بڑی عمر کے احباب اپنے یہاں کی مدرسی کتابوں کا پہلے خود اچھی طرح جائزہ لیں۔ اور اس میں قابلِ اصلاح امور کو نوٹ کریں اور پھر ان تمام بچوں اور بچیوں کو روزانہ یا ہفتہ میں دو تین بار ایک جگہ جمع کر کے انہیں درسی کتابوں کے ساتھ ساتھ صحیح اسلامی نقطۂ نگاہ بھی ذہن نشین کرائیں۔ اور بار بار کی تلقین کے ساتھ ان باتوں کو ان کے اذہان میں راسخ کرنے کی کوشش کریں۔ اور اگر کسی مسئلہ میں مقامی احباب اس کی وضاحت سے قاصر رہیں تو تفصیلی اطلاعات بہم پہنچا کر مرکز سے استمداد کریں اور اس بات کو معمولی خیال نہ کریں۔ بلاشبہ یہ ایسا زہر ہے جو غیر شعوری طور پر ہماری نئی پود کے ذہنوں کو مائوف کر رہا ہے۔ جس کا تریاق بروقت تیار کیا جانا ضروری ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ ہر جگہ کی مقامی جماعتیں اسباب کی طرف خصوصی توجہ دیں اور اپنی نئی پود کو متوقع نقصانات سے بچانے کے لئے سرگرم عمل ہو جائیں یہ ایک بڑا جہاد ہے اور بڑا ہوشیار رہنے اور لگاتار محنت کا تقاضا کرتا ہے یہ بات اس قدر اہم اور لائق توجہ ہے کہ جو دوست ہندی نہیں جانتے انہیں بھی اس سے غافل نہیں رہنا چاہیئے۔ ان کے لئے یہ ایک عمدہ صورت ہے کہ جماعت کے کسی تعلیم یافتہ دوست کی ڈیوٹی لگا دی جائے کہ وہ درسی کتابوں کا کچھ حصہ انہیں بچوں سے روزانہ یا حسب حالات ہفتہ میں ایک دو بار سن لیا کریں اور جس امر کو اسلامی نقطۂ نگاہ سے قابل اصلاح سمجھیں بچوں کو اس سے اچھی طرح آگاہ کر کے اسلامی نظریہ بچوں کے ذہن نشین کرائیں بہتر ہو گا کہ ایسے سمجھدار دوست ایک نوٹ بک اپنے پاس رکھیں اور وقتاً فوقتاً بچوں کو اس کا اعادہ کراتے رہیں بلکہ کسی وقت ان کا امتحان بھی لیں اور انعام وغیرہ کے ذریعہ بچوں کو ان باتوں کے سیکھنے کی طرف رغبت دلاتے رہیں۔

الغرض یہ کام جہاں بڑا ہی اہم ہے وہاں وقتی نہیں بلکہ مستقل نوعیت کا ہے۔ اس لئے احبابِ جماعت کی بیدار مغزی اور خصوصی توجہ اور مسلسل سعی عمل کا متقاضی ہے۔ خدا تعالیٰ احباب کے کام میں برکت دے اور اس کے نیک نتائج پیدا کرے تا جب ہم اس جہان سے گذر جائیں تو ہماری اولادیں دین میں ہماری سچی جانشین ہوں۔ اور علمی ترقی اور سربلندی کے ساتھ وہ اپنے مذہب کی صحیح تعلیمات پر بھی کاربند رہنے والی ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم — مع عبدہ المسیح الموعود

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحتیابی کیلئے اجتماعی دعا کی تحریک

اخبار الفضل مورخہ ۵ر جولائی ۱۹۶۱ء میں حضرت مولوی محمد دین صاحب قائمقام ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی طرف سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحتِ کاملہ و عاجلہ اور لمبی عمر عطا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے بارہ میں جو اعلان ہوا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے تا ہندوستان کی جماعتیں بھی اس پر عمل پیرا ہو سکیں۔

"کہ تمام احمدی جماعتیں اپنے اپنے ہاں مغرب کی نماز کی آخری رکعت کے دوسرے سجدہ میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحتِ کاملہ و عاجلہ کرنے والی لمبی عمر عطا ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور الحاح و تضرع کے ساتھ دعا کریں۔"

اگر جماعتیں اس طور پر دعا میں التزام اور دوام پیدا کریں تو اس طرح اجتماعی دعا کی غرض حاصل ہو جاتی ہے کہ رات اور دن کے ہر پہر میں کرۂ ارض کے کسی نہ کسی خطہ کی طرف سے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کیلئے عاجزانہ دعا اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچتی رہے گی۔

ہر مغرب کی نماز سے قبل امام صاحب مقتدیوں کو بتا دیا کریں کہ آخری رکعت کے آخری سجدہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کیلئے دعا ہو گی۔ اور اس سلسلہ کو کم از کم چالیس دن تک باقاعدگی سے جاری رکھیں۔

ناظر تعلیم و تربیت صدر انجمن احمدیہ قادیان

اعلانِ نکاح

بتاریخ ۱۲ر جولائی ۶۱ء مکرم عبد الحمید شریف صاحب کا نکاح جو مکرم اسمٰعیل شریف صاحب ساگر کے فرزند ہیں محترمہ افضل النساء بیگم صاحبہ بنت مکرم سید حسین صاحب مرحوم بعوض ۵۲۵/- روپے حق مہر پر پڑھا۔

اس خوشی میں مکرم اسمٰعیل شریف نے شکرانہ فنڈ میں مبلغ ۵/- روپے محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام ارسال کر دیئے ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ جانبین کیلئے یہ رشتہ مبارک کرے۔ آمین

خاکسار محمد ولی الدین مبلغ جماعت احمدیہ شموگہ

خطبہ جمعہ

مذہب کی پیش کردہ بہت سی صداقتیں ایسی ہیں جو بظاہر نہایت سادہ اور معمولی ہیں

(لیکن)

اگر دنیا پوری طرح ان پر کاربند ہو جائے تو باہمی کشمکش اور لڑائیوں کا سلسلہ یکسر بند ہو سکتا ہے

مومن اور غیر مومن سب کو بہر حال مشکلات و مصائب میں سے ضرور گزرنا پڑتا ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۱ رجولائی سنہ ۱۹۵۰ء بمقام پارک ہاؤس کوئٹہ

سورہ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:-

ان تکونوا تالمون فانھم یالمون کما تالمون۔ وترجون من اللہ مالا یرجون (نساء ع ۱۵)

اس کے بعد فرمایا:

بہت سی صداقتیں

دنیا میں ایسی ہیں جو نہایت چھوٹی۔ نہایت اور بظاہر نہایت سادہ ہیں۔ لیکن جتنا کام ان سے لیا جا سکتا ہے اتنا ان بڑی بڑی ایجادوں سے نہیں لیا جا سکتا۔ جن سے آج کل دنیا مرعوب ہو رہی ہے اور جن کی وجہ سے وہ قومیں اپنی علمی تحقیقات پر فخر کرتی ہیں۔ لیکن انسان کی یہ ایک عجیب حالت ہے کہ وہ ان سادہ اور چھوٹی چھوٹی صداقتوں سے کام نہیں لیتا بلکہ ہمیشہ ٹیڑھے اور پیچیدہ رستوں کی تلاش میں رہتا ہے۔ دنیا کے اکثر

انسانوں کی مثال

ایسی ہی ہے جیسے کسی نے ایک احمق سے پوچھا کہ مجھے بگلا پکڑنے کی ضرورت ہے۔ کوئی ایسا طریق بتاؤ جس سے وہ پکڑا جا سکے۔ اس نے کہا صبح کے وقت دریا کے کنارے چلے جاؤ۔ بگلا وہاں بیٹھا ہوا ہوگا اپنے ساتھ کچھ موم لے جانا۔ آہستہ آہستہ لیٹ کر وہاں تک جانا۔ اور وہ موم اس کے سر پر رکھ دینا۔ اس کے بعد تھوڑی دور پرے ہٹ کر بیٹھ جانا اور ہوشیار رہنا۔ سورج نکلے گا تو دھوپ کی وجہ سے موم پگھلے گی اور پگھل کر اس کی آنکھوں میں پڑے گی۔ وہ اندھا ہو جائے گا اور اسے آنکھوں سے کچھ دکھائی نہیں دے گا۔ پھر آہستہ آہستہ جا کر اسے پکڑ لینا۔ اس شخص نے کہا میں صبح سویرے اتنا فاصلہ طے کر کے دریا پر جاؤں گا۔ پھر رینگ رینگ اور چھپتے چھپتے بگلے کے پاس پہنچوں گا۔ اس کے سر پر موم رکھوں گا۔ اور پھر پرے ہٹ کر ہوشیار ہوں گا کہ سورج نکلے اور موم پگھل کر اس کی آنکھوں میں پڑے اور وہ اندھا ہو جائے تب میں اسے پکڑوں تو کیوں نہ میں اسی وقت ہی اسے پکڑ لوں۔ جب میں اس کے سر پر موم رکھنے جاؤں۔ اس نے کہا پھر استادی کیا ہوئی۔

دنیا کے اکثر انسان ایسے ہی بیوقوف ہیں جیسے وہ شخص جس نے بگلے کے پکڑنے کا یہ طریق بتایا۔ وہ ہمیشہ

پیچیدہ اور ٹیڑھے رستوں کی تلاش

میں رہتے ہیں۔ سیدھی سادی بات جو مجرب ہو اور پھر ایک دفعہ نہیں۔ ہزارہا دفعہ تجربہ میں آئی ہو اور ہر ایک کے علم میں ہو وہ اختیار نہیں کرتے۔ مذہب کیا ہے جہاں تک اس کا بنی نوع انسان سے تعلق ہے وہ چند موٹے موٹے اخلاق کا نام ہے جو ایسے نہیں ہوتے ... جن کا تجربہ نہ ہوا ہو بلکہ وہ ہزاروں نہیں لاکھوں آدمیوں کے تجربہ میں آ چکے ہیں۔ اور ان کے نتائج دیکھے گئے ہیں۔ مگر لوگ انہیں اختیار نہیں کرتے۔ وہ ایسے رستوں کی تلاش میں رہتے ہیں جو پیچیدہ ہوں۔ وہ ان کی بجائے بجلی کی مشینوں اور ایٹم بم کی تلاش میں رہتے ہیں اور کہ وہ کسی طرح ایجاد کریں تا انہیں استعمال کیا جائے۔ مثلاً مذہب یہ سکھاتا ہے کہ دوسروں سے حسن سلوک کرو۔ کسی کا مال نہ کھاؤ۔ اب یہ چیزیں نئی نہیں ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے نبیوں میں سے کوئی بھی ایسا نبی نہیں گزرا جس نے یہ تعلیم دی ہو کہ تم دوسروں کا مال کھاؤ۔ دوسرے لوگوں پر ظلم کرو۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تو یہ تعلیم نہیں دی تھی۔ لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نئی بات نکالی ہے بلکہ

حقیقت یہ ہے

کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وہی بات دہرائی ہے جس کی دوسرے نبیوں نے اپنے اپنے وقت میں تعلیم دی تھی جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم کوئی فائدہ اٹھانے لگو۔ تو پہلے یہ دیکھ لو کہ اس سے کہیں تمہارے کسی ہمسایہ کو نقصان تو نہیں پہنچتا۔ اب یہ کوئی نئی چیز نہیں۔ ہماری عقل کے گوشہ میں بھی نہیں آ سکتا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں یہ تعلیم دی کہ اے لوگو تم کوئی نفع اٹھانے وقت ہمسایہ کا خیال نہ رکھو۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام نے یہ کہا ہوتا۔ تو وہ خدا تعالےٰ کے برگزیدہ نہیں کہلا سکتے حضرت نوح علیہ السلام نے بھی کہا ہوگا تو یہی کہا ہوگا۔ کہ تم دوسرے شخص کا مال نہ کھاؤ۔ اس پر ظلم نہ کرو۔ اس سے حسن سلوک کرو۔

ہم یہ مان نہیں سکتے

کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے وقت میں یہ تعلیم دی ہو کہ اے لوگو، تم دوسروں کا مال لوٹ کر کھا جاؤ۔ ان پر ظلم کرو۔ ان سے حسن سلوک نہ کرو۔ لیکن ان کو جھٹلانے والے لوگ کہتے تھے کہ ہم ایسا نہیں کریں گے اور خدا تعالےٰ حضرت نوح علیہ السلام کو الہام کرتا تھا کہ یہ لوگ دوسروں کا نقصان نہیں کرتے بددیانتی نہیں کرتے۔ دوسروں پر ستم نہیں کرتے۔ دوسروں پر ظلم نہیں کرتے بلکہ ان سے حسن سلوک کرتے ہیں یہ بددیانت ہیں۔ بے ایمان ہیں۔ میں ان پر عذاب نازل کروں گا۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کہا ہے وہ وہی ہے جو آدم علیہ السلام نے جو کچھ کہا ہے وہ وہی ہے جو آدم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔ جو نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا جو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔ یہ وہ چیز ہے کہ جو آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک چلی آئی ہے۔ اگر اس تعلیم پر دنیا فی الواقعہ عمل کرنے لگ جائے تو کیا کوئی لڑائی باقی رہ سکتی ہے۔ اگر دونوں فریق اسی بات پر تیار ہو جائیں کہ وہ دوسروں کا مال نہیں اٹھائیں گے دوسرے کو ذلیل نہیں کریں گے تو ان میں تصادم ہو جاتا ہے اور لڑائی ہو ہی نہیں سکتی۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ تم ایک گروہ ہے۔ تمہارا دشمن بھی تم سے پیار کرنے والا ہو جائے گا اور اگر ایسا نہ کرو گے تو تمہاری آپس میں محبت نہیں ہوگی۔ اور اگر محبت نہ ہوگی تو پھر یہ وہی استادی بن جاتی ہے جو کسی نے بگلے پکڑنے کے لئے بتائی ہے۔ اگر تمہاری آپس میں محبت ہے تو دوسرے کے ساتھ لڑائی کا خیال بھی تمہارے ذہن میں نہیں آ سکتا۔ مثلاً میاں بیوی ہیں وہ آپس میں محبت رکھتے ہیں وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں ایک دوسرے کی خوشی سے وہ خوش ہوتے اور ایک دوسرے کی غمی سے غم محسوس کرتے ہیں کیا تم ان کے متعلق کبھی یہ خیال بھی کر سکتے ہو کہ بیوی ایک طرف کسی وقت بیٹھی ہو اور تم اس سے پوچھو بی بی کیا کر رہی ہو تو وہ کہے کہ میں اپنے خاوند کو مارنے کے لئے ایٹم بم تیار کر رہی ہوں یا خاوند ایک الگ جگہ تجربہ کر رہا ہو اور پوچھنے پر وہ کہے میں اپنی بیوی کو ہلاک کرنے کے لئے ایٹم بم تیار کر رہا ہوں اگر میاں بیوی کے درمیان محبت ہوگی۔ تو ایک دوسرے کو ہلاک کرنا تو کیا۔ سخت کلامی اور سخت جھڑکنے کا بھی ایک دوسرے کو خیال نہیں آ سکتا۔ پس ایٹم بم کی استادیاں تو تبھی سوجھتی ہیں جب ہم دوسرے کو چھیڑیں گے۔ اور دوسرے کے متعلق اپنے اندر بغض پیدا کریں گے۔ جب بغض پیدا ہو جائے گا تو باہم لڑائیاں ہوں گی۔ لیکن سیدھی سادی بات ہے کہ ایک دوسرے کو چھیڑو ہی نہیں۔ بغض پیدا ہی نہ کرو

سائنس آج سے پہلے بھی موجود تھی

دنیا ماضی میں بھی ایٹم بم بنا سکتی تھی۔ لیکن پہلے زمانہ میں لوگوں میں ایک دوسرے کے متعلق اس قدر بغض نہیں تھا جس قدر آجکل ہے بغض نے لوگوں کے اندر جوش پیدا کیا۔ اور اتنا پیدا کیا کہ انسان نے سوچا کہ جب تک میں کوئی بھاری چیز تلاش نہ کروں میرا جوش ٹھنڈا نہیں ہو سکتا۔ جتنا جوش پیدا ہوا۔ اتنا تنوع بھی پیدا ہوا۔ کیونکہ اگر کسی سے محبت ہوتی ہے تو ہزاروں قسم کے ایسے خیالات اٹھتے ہیں جو محبت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر بغض ہوتا ہے۔ تو ہزاروں قسم کے خیالات اٹھتے ہیں۔ جو بغض پر دلالت کرتے ہیں۔ ایٹم بم بغض پر دلالت کرنے والا ذریعہ ہے جب بغض بڑھ گیا۔ تو اس کو نکالنے کے لئے تجویزیں سوچی گئیں۔ مثلاً ایک شخص دوسرے کو تھپڑ مارتا ہے۔ اور اپنا بغض نکال لیتا ہے۔ لیکن جب بغض بڑھتا ہے۔ تو پھر اتنا بغض نکال لیتا ہے۔ لیکن جب بغض بڑھتا ہے اور اتنا بڑھتا ہے کہ تھپڑ سے وہ حل نہیں سکتا۔ تو وہ تجربہ کرتا ہے کہ اسے کسی طرح گھونسہ مارا جائے۔ وہ گھونسہ مارتا ہے اور اس کا جوش ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ کچھ عرصہ کے

پھر وہ خیال کرتا ہے کہ گھونسہ مار کر اپنا بغض نکالنے کا کوئی اچھا ذریعہ نہیں

وہ اور آگے بڑھتا ہے

اور ڈنڈا اٹھاتا ہے۔ پھر اس پر کچھ عرصہ چلتا ہے۔ پھر وہ سمجھتا ہے کہ ڈنڈا مارنے سے بھی اس کی تذلیل اتنی نہیں ہوتی کہ اس سے بغض نکل جائے۔ وہ اسے جوتی مارتا ہے تا اس کی تذلیل ہو۔ پھر چاقو نکل آتا ہے۔ چھری نکل آتی ہے۔ تلوار کھنچ جاتی ہے۔ اور پھر بندوق کھنچ جاتی ہے۔ یہ سب غصہ کی علامات ہیں۔ جب غصہ کا معیار بلند ہو جاتا ہے۔ تو پہلے آلات جن سے غصہ نکل جاتا تھا حقیر معلوم ہوتے ہیں جیسے شاعر محبت کرتے ہیں۔ وہ پچھلے شاعر پچھلے شاعروں سے اتنی محبت سیکھ لیتے ہیں۔ جتنی وہ جانتے ہیں۔ پھر اس میں اور ترقی کرتے ہیں۔ پھر اور ترقی کرتے ہیں۔ اس طرح شاعری بڑھتی جاتی ہے۔ درحقیقت شاعری بڑھتی ہی پچھلے تجربوں کی بناء پر ہے۔ جب دنیا کی تسلی پچھلی شاعری سے نہیں ہوتی۔ تو پھر شاعر اور زیادہ مبالغہ کرنے لگ جاتا ہے۔ اور پھر اور مبالغہ کرتا ہے اور اس طرح شاعری ترقی کر کے اعلیٰ مقام پر پہونچ جاتی ہے

غرض دنیا کی

عداوتیں بہت چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں

جن کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو بہت سی نیکیاں بدنیاں اور دشمنیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ورنہ مذہب جو چیزیں بتاتا ہے۔ ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں ہوتی جسے نظر انداز کیا جائے اگر لوگ مذہب پر پوری طرح کاربند ہو جائیں۔ تو آپس میں لڑائیوں کا سوال ہی نہیں رہتا۔

حقیقت یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی عداوتیں ہیں۔ اگر انسان انہیں مان لے تو بغض اور کینہ خود بخود نکل جاتا ہے۔ ہماری مخالفت بھی زیادہ تر دنیاوی اسباب وغیرہ

ضد کی وجہ سے

نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ لوگوں میں ضد کی عادت ہے۔ جب ان کے سامنے کوئی سچائی پیش کرے۔ تو وہ کہتے ہیں ہم اپنے عالم کی بات مانیں گے۔ ان کی بات کیوں مانیں۔ پھر احمدی ہو کر چندہ دینا پڑتا ہے۔ لیکن وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اسی طرح انہیں رسم و رواج پر روپیہ خرچ کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ لیکن جب احمدی ہو جائیں۔ تو انہیں

خدا کی راہ میں خرچ

کرنا پڑتا ہے۔ دین کے لئے خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ چیز ان کی طبیعت کے منافی

نہیں ہوتی۔ پھر لوگوں میں نفاق کی عادت ہوتی ہے۔ انہیں کوئی شیعہ مل جائے تو کہہ دیتے ہیں کہ سبحان اللہ بھلا حضرت علیؓ سے بڑا کون ہو سکتا ہے۔ اور اگر کوئی سنی مل گیا۔ تو کہہ دیا شیعہ بہت بُرے ہوتے ہیں وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر ایمان نہیں لاتے۔ غرض وہ ہر ایک کو خوش کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور اس سے آگے قدم نہیں بڑھائیں گے۔ کسی احمدی کو ملیں گے تو کہیں گے سبحان اللہ مرزا صاحب نے

اسلام کی بہت خدمت کی ہے

اور جب دوسرے لوگ ملیں گے تو کہیں گے احمدی بہت بُرے ہیں۔ پھر مثلاً انگریز آ جائیں۔ تو ان کی ہاں میں ہاں ملا دیں گے۔ اور بعد میں انہیں بھلا بُرا کہتے پھریں گے۔ یہ چیزیں ہیں جو صداقت کے قبول کرنے میں روک بن رہی ہیں۔ اگر یہ روکیں ہٹ جائیں۔ تو احمدیت قبول کرنے میں وقت ہی کونسی رہ جاتی ہے۔ عقائد سب روشن ہیں۔ چیز صرف یہی ہے کہ لوگوں میں قربانی کا مادہ نہیں پایا جاتا۔ پھر ان میں ڈرنے کی عادت ہے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

یہودیوں کے کچھ سردار آپؐ کے پاس آئے۔ جب واپس گئے۔ تو ایک بھائی نے دوسرے سے پوچھا بھائی آپ کا اس شخص کے متعلق کیا خیال ہے۔ اس نے کہا باتیں تو سب سچی ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیاں بھی سچی معلوم ہوتی ہیں۔ (گلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) اس کی تعلیم صرف یہاں تک جاتی ہے نیچے نہیں جاتی۔ اس نے کہا پھر تمہاری کیا صلاح ہے۔ اس نے کہا جب تک جان میں جان ہے۔ ایمان نہیں لاؤں گا۔ بھلا میں اپنی قوم کو کس طرح چھوڑ دوں دوسرے نے کہا میرا بھی یہی خیال ہے آپ کی مجلس میں وہ آپکی صداقت کا اقرار کر رہے تھے۔ لیکن باہر نکلے تو انکار کر دیا۔ ایک صحابیؓ وہ کہتے ہیں۔ میں ان کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا کہ میں بلا ارادہ ان کی باتیں سنتا گیا مجھے یہ علم نہیں تھا کہ ان کا کوئی تعاقب کر رہا ہے میں نے جب ان کی یہ باتیں سنیں۔ تو بہت حیران ہوا اور دل میں تم کی

ہزاروں نہیں لاکھوں مثالیں

آج بھی پائی جاتی ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم سچے ہیں۔ جب دوستوں سے ملتے ہیں تب بھی بعض دفعہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم اچھے ہیں۔ لیکن جب مخالفین کو ملتے ہیں تو ہمیں بُرا بھلا کہنے لگتے ہیں۔

مجھے افسوس ہے یہی حالت بعض احمدیوں کی بھی ہے۔ حالانکہ ہم تو احمدی چھوڑ کسی غیر احمدی بلکہ ہندو اور جاہل سے جاہل آدمی کے متعلق بھی نہیں سمجھتے کہ اس کی یہ حالت ہو گی۔ خدا تعالےٰ کہتا ہے تم پر مشکلات بھی آئیں گی۔ مگر جب مشکلات آتی ہیں تو تم میں سے بعض شور مچا دیتے ہیں۔ کہ ہائے ہم مر گئے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے

ان تکونوا تالمون
فانھم یالمون کما
تالمون

بھلا سوچو تو سہی

کہ دنیا میں کوئی شخص دکھوں سے بچا بھی ہے۔ بے شک نبی دنیا میں آئے۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم تمہیں جنت دیں گے اس جہان میں بھی جنت دیں گے۔ اور اگلے جہان میں بھی جنت دیں گے۔ مگر کیا تم نے کبھی سوچا بھی ہے کہ وہ جنت کیا ہے۔ اور کیا یہ جنت کہ آپ کی تجارتوں کو بھی نقصان پہونچے۔ آپ کو

کوئی جانی خطرہ

بھی پیش نہ آئے۔ فرشتے آئیں۔ اور آپ کے سب کام کر جائیں کبھی آدمؑ کو ملی۔ کبھی نوحؑ کو ملی موسےٰؑ کو ملی۔ خدا تعالےٰ کا ہر نبی کہتا ہے کہ وہ تمہیں جنت دے گا لیکن تم کو ماننا پڑے گا کہ یا تو اس قسم کے مصائب جہنم کا حصہ نہیں بلکہ جنت کا حصہ ہیں۔ یہ دکھ بھی انسان کو لطف دینے کا موجب ہیں۔

صوفیا کہتے ہیں

کہ اس دنیا کا ہی کیا مزہ جس میں دکھ نہ ہوں۔ بہر حال خواہ یہ نظریہ ٹھیک ہو یا غلط یہ چیز بہر حال صحیح ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کو بھی تکالیف پہونچیں حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی تکالیف و مصائب سے محفوظ نہ رہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام بھی دکھ اور تکالیف کے دور میں سے گذرے۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کو بھی یہ تکلیفیں آئیں۔

کیا صلیب جنت کا ہی حصہ ہے

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جنگ احد میں جو واقعہ پیش آیا۔ آپؐ کے دانت شہید ہوئے۔ آپؐ بے ہوش ہو گئے اور آپؐ کی فتح شکست سے بدل گئی کیا یہ جنت کا ہی حصہ ہیں۔ آپ پر جو جنگ احزاب میں گذری کیا یہ جنت ہے۔ آپ کی وفات سے پہلے جو جنگ تھی وہ اتنی خطرناک تھی کہ بڑے بڑے مومنوں کے دل بھی ہل گئے تھے۔ روحانی طاقت

مسلمانوں سے سینکڑوں گنا زیادہ تھی۔ پھر آپ لوگ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ جنگ مسلمانوں کے لئے کتنی خطرناک تھی۔ اتنا بڑا بادشاہ جس کی آدھی دنیا پر حکومت تھی۔ عرب پر حملہ آور ہونے لگا تھا۔ اگر یہ جنت ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ملی تو معلوم ہوا کہ جنت میں کانٹے بھی موجود ہیں۔ اور اگر یہ جنت نہیں۔ اور تم یہ مانتے ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جنت نہیں ملی تو یہ عجیب تمسخر ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تو

دنیا میں جنت

نہ ملے۔ اور مرید دنیا میں جنت ملنے کے امیدوار ہوں۔ لیکن اگر تم مانتے ہو کہ محمد رسول اللہ صلعم کو دنیا میں جنت ملی۔ تو لازماً آپ کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جنت وہ بھی ہے جس میں دکھ تکالیف اور مصائب پائے جاتے ہیں۔

فرق صرف اتنا ہے

کہ جب تم قومی طور پر مرنے لگتے ہو تو خدا تعالےٰ تمہیں اس موت سے بچا لیتا ہے۔

کہتے ہیں کوئی احمق تھا اُسے خیال آیا کہ وہ کسی قبر میں چھپ کر دیکھے کہ منکر نکیر کس طرح آتے ہیں۔ وہ قبرستان میں گیا وہاں ایک پرانی قبر تھی۔ وہ اس میں چھپ کر بیٹھ گیا اور سمجھا کہ منکر نکیر ظاہری شکل میں آئیں گے اور اُسے دکھائی دیں گے۔ اتنے میں ایک قافلہ گذرا۔ خچروں پر شیشے کے برتن لدے ہوئے تھے۔ خچریں اتفاقاً اس کے پاس سے گذریں جس میں احمق چھپا بیٹھا تھا چھن چھن کی جو آواز آئی۔ تو اس نے خیال کیا کہ شاید منکر نکیر آ گئے ہیں۔ اُس نے گردن باہر نکالی تا منکر نکیر کو ظاہری شکل میں دیکھے۔ اس کا گردن نکالنا تھا کہ خچریں بدکیں اور برتن نیچے گر کر ٹوٹ گئے۔ تاجر کے نوکر آ گئے اور انہوں نے اُسے خوب مارا صبح کو جب گھر آیا تو بیوی نے دریافت کیا کہ وہ رات کو کہاں گیا ہوا تھا۔ اُس نے کہا

مجھے یہ خیال آیا

کہ میں منکر نکیر کو ظاہری شکل میں دیکھوں اور یہ معلوم کروں کہ اگلے جہان میں کیا ہوتا ہے اس لئے رات کو میں قبرستان میں گیا تھا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ بالکل آرام ہے صرف اتنی احتیاط رکھنی چاہیے کہ خچریں بدک نہ جائیں۔ جس طرح اس بیوقوف نے اگلے جہان کے متعلق خیال کر لیا تھا وہی حال تمہارا ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ جنت کے یہ معنے ہیں کہ ہمیں کوئی دکھ نہ پہونچے۔

کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ آئے۔ ہمیں کوئی قربانی نہ کرنی پڑے۔ بالکل امن اور آرام ہو۔ لیکن جب تمہیں یہ چیزیں نہیں ملتیں تو تم کہتے ہو ہمیں جنت نہیں ملی۔ حالانکہ جس کے طفیل تمہیں جنت ملی تھی۔ جنگ اُحد میں اس کے دانت شہید ہوئے۔ جنگ احزاب میں اُسے پندرہ دن بھاگنا بھی پڑا۔ عورتیں بے پردہ ہو گئیں۔ اور جب ان کی حفاظت کے لئے سپاہی بھیجے گئے تو محاذ کمزور ہو گیا۔ اس کو وہ دن بھی دیکھنا پڑا۔ جب روما کے متعلق خبر مشہور ہوئی کہ وہ عرب پر حملہ آور ہو رہا ہے تو منافقوں نے شادیانے بجائے اور کہا اب دیکھا جائے گا کہ کیا ہوتا ہے۔

روما اور مسلمانوں کا مقابلہ

ایسا ہی تھا جیسے ہاتھی اور چڑیا کا آپس میں مقابلہ ہو۔ مگر اس کو تم جنت سمجھتے ہو۔ ایمان کے لحاظ سے تم یقین رکھتے ہو کہ یہ جنت تھی۔ لیکن جب اس لفظ کا اپنے لئے استعمال کرتے ہو تو کہتے ہو کہ ہمیں بھی وہی جنت ملے جو اس احمق کو ملی جو منکر نکیر کو دیکھنے کے لئے رات کو قبر میں چھپ گیا تھا۔ حالانکہ جس نے جنت کا لفظ بولا ہے اس نے جو معنے لئے ہیں ہمیں بھی وہی معنے لینے پڑیں گے۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتان مومن کو دو جنتیں ملیں گی۔ ایک اس جہان میں اور ایک دوسرے جہان میں۔ جس کے معنے دنیا میں جنت ملنے کا وعدہ نکلا ہے۔ اسی نے کہا ہے کہ ان تکونوا تالمون فانہم یالمون کما تالمون۔ جنت کے یہ معنے نہیں کہ تم پر مصائب وارد نہ ہوں بلکہ جنت کے معنے ہی یہ ہوتے ہیں کہ تمہیں تکلیفیں پہنچیں۔ اس لئے یہ تکلیفیں محسوس نہیں ہونی چاہئیں۔ کیونکہ جن کے مقابلہ میں تم اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا عاشق قرار دیتے ہو۔ ان کو بھی تکالیف پہنچ رہی ہیں۔ لیکن وہ تمہارے برابر نہیں ہیں وترجون من اللہ مالا یرجون۔ تم یہ امید رکھتے ہو کہ خدا تعالیٰ تم سے خوش ہو رہا ہے۔ اور اگلے جہان میں بھی تمہیں زندگی ملے گی۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کافروں کو یہ امید نہیں ہوتی۔ ان کے لئے نہ اس جہان میں جنت ہے اور نہ اگلے جہان میں جنت ہے۔ ہر شخص یہ امید کرتا ہے کہ اس کا گھر جنت بن جائے۔ جنت کی خدا تعالیٰ نے یہ تعریف کی ہے۔ لیکن بعض احمدی جنت کی یہ تعریف کرتے ہیں۔ کہ وہ احمدی اس لئے ہوتے ہیں کہ ان کی تنخواہ بجائے دو سو کے پانچسو ہو جائے۔ وہ احمدی اس لئے ہوتے ہیں کہ پہلے ان کا ایک بچہ ہے اب دس بچے ہو جائیں گے۔ وہ احمدی اس لئے ہوئے تھے کہ وہ سمجھتے تھے کہ پہلے دو چار آدمی ان سے خوش ہیں۔ اب سارا قبیلہ ان کے ہاتھ پر جمع ہو جائے گا۔ قوم انہیں لیڈر بنا لے گی۔ یہ نقشہ ہوتا ہے جنت کا جو ایک شخص احمدی ہوتے ہوئے بعض دفعہ اپنی نظروں کے سامنے رکھتا ہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ جب بھی اُسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے وہ چلّا اُٹھتا ہے۔ حالانکہ اُسے پہلے ہی سمجھنا چاہیئے تھا کہ احمدی ہونے کی وجہ سے اُس کی تنخواہ دو سو کی بجائے ایک سو ہو جائے گی۔ یہ نہیں کہ احمدی ہو جانے کی وجہ سے اس کی اولاد بڑھ جائے گی۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اسکے پہلے بچے بھی تکلیف اُٹھائیں۔ اسے یہ امید نہیں رکھنی چاہیئے کہ قوم اسے لیڈر بنا لے گی بلکہ ہو سکتا ہے کہ دس بارہ آدمی جو اسے پہلے جانتے ہیں وہ بھی اسے چھوڑ دیں۔

دوسرے کوئی وجہ نہیں کہ یہ تکالیف اور مصائب اُسے صرف احمدیت کی وجہ سے پہنچیں بلکہ اگر وہ احمدی نہ بھی ہوتا تب بھی اُسے تکلیفیں پہنچنی تھیں چاہے کسی رنگ میں وہ نقصان اٹھاتا وہ ضرور نقصان اُٹھاتا۔ لوگ صرف تمہاری مخالفت ہی نہیں کرتے بلکہ دوسروں کی بھی کرتے ہیں۔ تمہیں ہر جگہ نظر آئے گا کہ تمہاری جو مخالفت کرتا ہے وہ اپنے بھائی کی بھی مخالفت کرے گا۔ کہ کہیں وہ تجارت میں اس سے آگے نہ بڑھ جائے۔ وہ ایک تیسرے شخص کی مخالفت بھی کرتا ہے۔ اس لئے کہ آئندہ کسی وقت اُس سے فوج کے عہدہ میں ترقی کے وقت مقابلہ ہونا ہوتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسے پہلے ہی گرا لے۔ پس یہ بات ہی غلط ہے کہ صرف احمدیت کی وجہ سے تمہیں تکلیفیں پہنچ رہی ہیں یالمون کما تالمون۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مخالفین کو بھی ویسی ہی تکلیفیں پہنچ رہی ہیں جیسی تمہیں پہنچ رہی ہیں۔ صرف یہاں نام مذہب کا ہے دوسری جگہوں پر جتھہ بازی بھی ہوتی ہے اور قوم پرستی بھی ہوتی ہے مثلاً فلاں جاٹ ہے۔ میں سید ہوں فلاں کشمیری ہے میں پٹھان ہوں۔ فلاں راجپوت ہے میں مغل ہوں۔ پھر پارٹی بازی ہوتی ہے کہ فلاں فلاں افسر کے ساتھ ہے میں فلاں افسر کے ساتھ ہوں پھر ترقیوں کے وقت مقابلہ کا سوال آتا ہے۔ گویا وہاں تو سینکڑوں وجوہ ہیں۔ جن کی وجہ سے مخالفت ہوتی ہے اور یہاں صرف ایک ہی وجہ ہے کہ تم احمدی ہو۔ گویا احمدی ہو کر تم نے اپنی مخالفت کو محدود کر لیا۔ یہی حال تجارتوں میں بھی ہے۔ غرض اصل گند یہ ہے کہ لوگوں میں حسد کا مادہ پایا جاتا ہے۔ جیسے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من شر حاسد اذا حسد۔ یعنی لوگوں میں حسد کا مادہ پایا جاتا ہے جس سے محفوظ رہنے کی دعا کرنی چاہیئے۔ غرض دکھ اور تکلیف سے نہ کوئی رسول دنیا میں بچا ہے اور نہ مومن اور نہ کافر۔ مصائب ہر ایک پر آتے ہیں۔ امریکہ کتنا دولتمند ملک ہے۔ لیکن اس میں بھی ۵ لاکھ کے قریب بیکار موجود ہیں اب اگر جنگ ہوئی تو اگرچہ جنگ عذاب ہے مگر ان ۵ لاکھ بیکاروں کے لئے روزی کا ذریعہ کھل جائے گا۔ انگلستان میں اس سے بہت زیادہ آدمی بیکار ہیں۔ انگلستان کی کل آبادی قریباً چار کروڑ ہے۔ اس میں دس بارہ لاکھ کے قریب افراد بیکار ہیں۔ حالانکہ وہ بہت بڑا ملک سمجھا جاتا ہے۔ انگلستان میں رواج ہے کہ وہاں رستوں پر تھوڑی تھوڑی دور ڈرم پڑے ہوتے ہیں۔ ہماری طرح لوگ وہاں گھروں سے باہر گند نہیں پھینک دیتے۔ بلکہ انہیں حکم ہوتا ہے کہ وہ انہیں ڈرموں میں گند پھینکیں اور ہر ایک شخص یہ احتیاط کرتا ہے کہ وہ کوڑا کرکٹ ڈرم سے باہر نہ پھینکے۔ میرے

ایک عزیز نے مجھے سنایا

کہ ہم اپنے گھر کا کوڑا کرکٹ باہر پھینکتے ہیں اور ہم نے لنڈن کے کئی لڑکے اور لڑکیاں آپس میں لڑتی دیکھی ہیں صرف اس بات پر کہ کوڑا کرکٹ میں پڑا ہوا ایک بچا کھچا روٹی کا ٹکڑا کوئی دوسرا نہ لے جائے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان ملکوں کے پاس دولت ہے۔ لیکن کتنی ایسی وجوہات ہوتی ہیں جن کی بناء پر حکومت باوجود کوشش کے غربت کا کوئی علاج نہیں کر سکتی۔ مثلاً اسلام نے یہ حکم دیا تھا کہ

کوئی شخص بھوکا نہ رہے

ہر ایک کو روٹی ملے۔ لیکن اس کا طریق یہ تھا۔ کہ ہر ایک شخص کو سال چھ ماہ کا غلہ دیا جاتا تھا۔ فرض کرو گورنمنٹ نے غلہ دے دیا۔ اور اسے اطمینان ہو گیا کہ اب ملک میں کوئی بھوکا نہیں۔ لیکن ایک شخص سخی ہے اسے کوئی مسافر ملا۔ تو اس نے اسے کہا چلو میرے گھر۔ اس نے ایک ماہ کے خرچ میں سے پندرہ دن کا غلہ اس مسافر کو کھلا دیا۔ اور پندرہ دن کا خود کھا لیا۔ اس کے نتیجہ میں مہینہ کے بقیہ پندرہ دن اُسے فاقہ میں گزارنے پڑے۔ یا مثلاً ایک شخص کے ہمسایوں کو علم ہے کہ اس کے پاس رات کے لئے کچھ کھانے کا سامان ہے۔ لیکن رات کو اس نے کھانا پکا کر کسی دوسرے کو کھلا دیا۔ اس قسم کی کئی اور وجوہات بھی ہیں جن کی بناء پر باوجود کوشش کے کلی طور پر تکلیف کو ہٹایا نہیں جا سکتا۔

پھر اگر یہ نہ بھی ہو۔ تب بھی سب کھانے والے کھانا نہیں کھا سکتے۔ مثلاً میری مثال ہے۔ میں بیمار ہوں۔ بعض دفعہ تین تین چار چار دن تک ایسا ہوتا ہے کہ جب بھی کھانے لگتا ہوں۔ تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی سزا ملنے والی ہے۔ ایک قسم کا استلاء اور اختلاج محسوس ہوتا ہے۔ لیکن جب زہر نکل جاتا ہے تو بھوک اس شدت کی لگتی ہے کہ اگر دس منٹ بھی کھانا لیٹ ہو جائے تو جسم تھر تھر کانپنے لگ جاتا ہے۔ بہر حال یہ کسی کے اپنے اختیار کی بات نہیں۔ انسان کی اپنی غلطی نہ بھی ہو جب بھی خدا تعالیٰ نے بعض اسباب ایسے رکھے ہیں۔ جن کے ہوتے ہوئے کلی طور پر تکلیف کو مٹایا نہیں جا سکتا۔ یا مثلاً کپڑے ہیں کپڑے کتنی ہی قسم کے ہوں۔ جب خطرناک قسم کی خارش پیدا ہو جاتی ہے۔ تو جالی کا کپڑا بھی جسم پر نہیں رکھا جا سکتا۔ ایسا مریض یہ چاہے گا کہ مکان کے کنڈے لگا لے اور اندر ننگا بیٹھ جائے۔ ان سب چیزوں کا کوئی حکومت کیا علاج کر سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یالمون کما تالمون کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص دنیا میں موجود ہو اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو۔ ہاں تم منافقت کی وجہ سے اپنی تکلیفوں کو بڑھا کر دکھاتے ہو۔ ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ ہر شخص پر کوئی نہ کوئی مصیبت آتی ہی رہتی ہے۔ کوئی بڑی سے بڑی قوم نکال لو جس کے افراد کو کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو۔ اپنے محلہ میں ہی چلے جاؤ اور دیکھو کہ وہاں کتنے ایسے آدمی ہیں جن کی حالت تم سے بھی زیادہ گری ہوئی ہے۔ اگر احمدی ہونے کی وجہ سے ہی تمہاری حالت گری ہے تو تمہاری حالت سب سے زیادہ گری ہوئی ہونی چاہیئے تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہاری حالت اپنے معیار کے لوگوں سے اچھی ہے یہ امر واقعہ ہے کہ احمدی چونکہ دلیل کی طرف جاتا ہے۔ اس لئے لوگوں میں اس کا ادب بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے ہم رتبہ لوگوں میں بھی اس کی بات مانی جاتی ہے۔ اس کی رہنمائی کو لوگ بہتر خیال کرتے ہیں۔ لیکن وہ اپنی حالت کے خراب ہونے کا بہانہ بناتا رہتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض ایسے لوگ بھی ہیں۔ جن کے ساتھ احمدیت کی وجہ سے یہ سلوک ہوا ہے۔ مگر اس میں اُن کی طرف

سے بھی بعض کوتاہیاں ہوتی ہیں۔ ہم مشورہ دیتے ہیں۔ مگر وہ نہیں مانتے ان میں یا تو عدم استقلال ہوتا ہے یا وہ اپنے لئے وہ رستہ تجویز کرتے ہیں۔ جس پر اور لوگ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اصرار کرتے ہیں۔ کہ ہم نے اسی رستہ سے داخل ہونا ہے۔ حالانکہ اس کے علاوہ سینکڑوں اور رستے ہوتے ہیں۔ جنہیں اختیار کرکے ترقی کی طرف قدم بڑھایا جا سکتا ہے

پھر خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ باوجود اس کے کہ تکلیف اٹھانے میں مومن اور کافر برابر ہے۔ ترجون من اللہ مالا یرجون۔ تم خدا تعالےٰ سے اس کے فضل کی امید رکھتے ہو۔ جو وہ نہیں رکھتا۔ کافر جب مرنے لگتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اگلے جہان میں میرا کوئی ٹھکانا نہیں۔ لیکن جب مومن مرتا ہے تو کہتا ہے۔ میں اپنے اصلی گھر کی طرف جا رہا ہوں۔

حضرت علی رضؓ کے پاس ایک دہریہ آیا اور ہستی باری تعالےٰ کے متعلق آپ کی اس سے بحث ہوگئی۔ حضرت علیؓ نے متعدد دلائل دیئے۔ پھر فرمایا۔ ہم نے بحث کی ہے۔ اور دونوں نے اپنے عقیدہ کے حق میں متعدد دلائل دیئے ہیں۔ لیکن آؤ ہم عقلی طور پر دیکھیں کہ ہم دونوں میں کتنا فرق ہے۔ فرض کرو۔ ہم دونوں فلسفی ہیں۔ فلسفہ کا اصول ہے کہ کسی چیز پر غور کرتے ہوئے اس کے مثبت اور منفی کے دونوں دروازے کھلے رکھتے ہیں۔ مثلاً وہ کہیں گے۔ خدا ہے تو ساتھ ہی یہ بھی کہدیں گے کہ شاید خدا نہ ہو) آپ یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کی ہستی موجود نہیں۔ میں خدا تعالےٰ کی ہستی موجود نہیں اور میں خدا تعالےٰ کے وجود پر ایمان رکھتا ہوں ہم دونوں مرتے ہیں۔ تو موت کے بعد کسی کا حال الجھائے گا۔ اگر خدا تعالےٰ نہیں جیسا کہ تم کہتے ہو۔ تو مرنے کے بعد تمہیں کچھ ملنے کا نہیں۔ اور اگر خدا ہو۔ تو پھر تمہیں جوتیاں پڑیں گی۔ لیکن میں کہتا ہوں خدا ہے۔ اگر مرنے کے بعد یہ ثابت ہو۔ کہ خدا نہیں تو مجھے کیا نقصان ہے۔ لیکن اگر خدا ہو تو مجھے دنیا میں اس پر ایمان رکھنے سے فائدہ ہی پہنچے گا۔ اب آپ ہی بتائیں کہ خدا تعالےٰ پر یقین رکھ کر مجھے فائدہ ہوا یا آپ کو اس پر یقین نہ رکھ کر فائدہ ہوا۔ یہی بات اللہ تعالےٰ بیان فرماتا ہے کہ ترجون من اللہ مالا یرجون تم اتنا تو سوچو کہ تمہاری یہ خوش قسمتی ہے۔ کہ تم مرتے ہو۔ تو تمہیں یقین ہو جاتا ہے۔ کہ اگر میں بیوی بچے ... ہے کچھ نہیں چھوڑ ... خدا تعالےٰ تو تو وہی ان کا محافظ و نگران ہوگا۔ لیکن ایک دہریہ مرنے لگتا ہے تو کہتا ہے۔ سب تباہ ہوگئے وہ ایک ایک بچے اور ایک ایک عزیز کی تصویر سامنے لا کر روتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ میری بیوی مرنے کے بعد اور شادی کرلے گی اور بچے تباہ ہو جائیں گے۔ لیکن مومن مرتا ہے تو کہتا ہے۔ میں خدا تعالےٰ کے پاس جا رہا ہوں اور وہی ان کا بھی حافظ ہوگا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک عورت کا بچہ فوت ہوگیا اس نے کوئی صدمہ محسوس نہ کیا۔ بلکہ خوش خوش پھرتی رہی۔ لوگوں نے اسے طعنے دیئے کہ دیکھو اس کا بچہ مر گیا ہے اور اسے کوئی افسوس نہیں۔ وہ عورت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مومن کو مرنے کے بعد جنت ملے گی۔ اور یہ یہ راحتیں اور آرام ہیں۔ جو اسے اُخروی زندگی میں میسر ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اس عورت نے عرض کیا۔ اس عورت نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی مومن اس دنیا میں ایک ٹوٹے پھوٹے مکان میں رہتا ہے تو اسے اگلے جہان میں ایک عظیم الشان محل مل جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے۔ اس عورت نے کہا۔ اگر یہ سب ٹھیک ہے۔ تو کسی دوسرے کے مرنے پر اس کے رشتہ دار روئیں گے کیوں۔ وہ تو خوش ہوں گے کہ اُن کا رشتہ دار تکلیف اور مصائب والی دنیا سے ایک پُر امن دنیا میں چلا گیا۔ یا رسول اللہ میرا بچہ مر گیا۔ اور میں خوش تھی کہ وہ جنت میں گیا ہے۔ لیکن عورتیں مجھے طعنے دیتی ہیں کہ میں نے اپنے بچے کی وفات پر افسوس نہیں کیا۔ یا رسول اللہ میں اس کی وفات پر روؤں کیوں۔ میرے لئے تو یہ خوشی کا مقام ہے کہ وہ دنیا کے دکھوں سے نجات پا گیا اور اس نے ابدی زندگی حاصل کر لی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ عورت اس فلسفہ کو ایکسٹریم (Extreme) تک لے گئی۔ لیکن اس سے ایک بات یہ بھی نکلتی ہے کہ بعض دفعہ خود رونا بھی خوشی کا رونا ہوتا ہے۔ جیسے ایک عرب شاعر کہتا ہے کہ میری آنکھوں کو رونے کی عادت پڑ گئی ہے۔ خوشی کا وقت ہو تب بھی وہ روتی ہیں۔ اور غمی کا وقت ہو تب بھی روتی ہیں۔ لیکن اتنی بات بہرحال درست ہے کہ جو شخص نیکی کی حالت میں مرتا ہے۔ وہ یقیناً آرام وہ زندگی میں چلا جاتا ہے اور قدرتی بات ہے کہ اس کے رشتہ داروں کو اس کی موت پر خوش ہونا چاہیئے۔ غرض مومن کو امید ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد اسے اتنی بڑی راحت ملے گی جو ایک بادشاہ کو بھی اپنی عظیم الشان سلطنت کے باوجود میسر نہیں آتی۔ ایک بڑے سے بڑے بادشاہ کو یقین دلا دو۔ کہ اگلے جہان میں تمہیں خوشی میسر ہوگی۔ وہ یقیناً کہے گا کہ پھر مجھے اپنی موت کی کوئی پرواہ نہیں۔ میں نے بڑے بڑے دہریوں کے متعلق پڑھا ہے کہ جب وہ مرنے لگے تو کہنے لگے۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شاید ہمارا عقیدہ غلط ہے۔ پس اس آخری گھڑی کا آرام سے گذر جانا بہت بڑا مقام ہے۔ اس کے مقابلہ میں کافر کے پاس سے ہی کیا چیز ہے!۔

(الفضل ۱۲/۶/۶۱)

قادیان میں بزم حسن بیان کی طرف سے

ایک تقریری مقابلہ

قادیان ۱۴ رجولائی آج بعد نماز عشاء مسجد مبارک میں بزم "حسن بیان" کے زیر اہتمام ایک تقریری مقابلہ عمل میں آیا۔ محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل نے صدارت اور مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری۔ مکرم مولوی عبدالقادر صاحب جوی نے منصفی کے فرائض سرانجام دیئے۔ موضوع مقابلہ "تاریخ اسلام کا ایک ورق" مقرر تھا۔ جس میں مقامی احباب سے تین نوجوانوں نے حصہ لیا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم خوانی کے بعد محترم صدر صاحب نے پہلے نمبر پر مکرم قاضی عطاء الرحمٰن صاحب عباسی کو تقریر کے لئے ارشاد فرمایا۔ عباسی صاحب ایک عمدہ مضمون تیار کرکے ہمراہ لائے تھے۔ مختصر تمہید کے بعد آپ نے اُسے عمدگی سے سنایا۔ جس میں سیرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سلجھے ہوئے الفاظ کے ساتھ جامع رنگ میں بیان کیا گیا۔ حضور کی پیدائش سے لے کر دعوت نبوت تک، مدنی سردو زندگیوں غزوات میں شرکت صحابہ کی تعلیم وتربیت وغیرہ سبھی امور پر روشنی ڈالی۔

دوسرے نمبر پر بشیر احمد صاحب طاہر متعلم مدرسہ احمدیہ نے تقریر کی۔ عزیز موصوف نے واقعہ ہجرت نبوی کو اپنی تقریر کا موضوع بنایا۔ اور دلنشیں پیرایہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں شدید مخالفت حضور کا صبر و استقلال۔ ہجرت کی رات قریش کی طرف سے حضور کو قتل کر دینے کا منصوبہ۔ اسی رات اذن الٰہی سے حضور کا اللہ پر توکل کرتے ہوئے بڑے وقار سے گھر سے نکلنا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ غار ثور میں پناہ لینا۔ قریش کا تعاقب کرنا۔ حضورؐ کا ابوبکرؓ کی گھبراہٹ پر متوکلانہ جواب دینا پھر غار سے نکل کر بسلامت مدینہ پہنچنے کے تمام واقعات کو بیان کیا۔

تیسرے نمبر پر مولوی کریم الدین صاحب فاضل نے تقریر کی۔ آپ نے فتح مکہ کے واقعہ عظیمہ کو اپنی تقریر کا موضوع بنایا۔ اور اس کے تفصیلی حالات عمدہ طریق پر بیان کئے۔ بعض غیرمسلموں کے مناسب حوالجات بھی پیش کئے۔

ججز کے فیصلہ کے مطابق بشیر احمد صاحب طاہر کو اوّل مولوی کریم الدین صاحب کو دوم اور عباسی صاحب سوم قرار پائے گئے۔ صاحب صدر نے بزم کی طرف سے تیار کردہ انعامات تقسیم فرمائے۔ اور مفید نصائح سے سرفراز فرمایا۔ علاوہ ازیں نوجوانوں کو تقریر کرنے کی طرف مزید رغبت دلانے کے لئے اعلان فرمایا کہ دو ہفتہ بعد ایسا ہی ایک اور تقریری مقابلہ منعقد کیا جائے گا۔ جس کے لئے آپ نے تین موضوع بھی تجویز فرمائے۔ اور اعلان فرمایا کہ بزم کی طرف سے انعامات کے علاوہ میں خود بھی مقابلہ میں اول دوم آنے والوں کو اپنی طرف سے خاص انعامات دوں گا۔ بالآخر اجتماعی دعا کے ساتھ یہ مجلس بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ خاکسار نسیم احمد گجراتی سیکرٹری بزم

اظہار تشکر اور درخواست دعا

گذشتہ سال ہزار کوشش کے باوجود میری بچی عزیزہ نعیمہ طاہرہ سلمہا کو مقامی زنانہ کالج میں داخلہ نہ مل سکا۔ مگر اس سال اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے کلکتہ کا بہترین سرکاری درسگاہ لیڈی برابورن کالج میں بی۔ اے میں داخلہ مل گیا ہے۔ خدا کے فضل سے بڑی ہونہار بچی ہے۔ بزرگان سلسلہ و درویشان قادیان سے دعا کی درخواست ہے تا اللہ تعالےٰ بچی کو اسلام و احمدیت اور ملک و ملت کے لئے مفید وجود بنائے اور اس کی یہ کامیابی مزید کامیابیوں کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ عزیزہ کی آئی۔ اے میں فسٹ ڈویژن میں کامیابی اور داخلہ کالج کی خوشی میں ہفتہ وار بدر کی اعانت کے لئے مبلغ دس روپیہ ارسال ہیں۔

خاکسار محمد سلیم مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ
مقیم دہلی

انبیاء کے خلفاء بھی مرکز محبت و توجہ ہوتے ہیں

پیغام صلح کا جواب اس کے اپنے بیانات سے

از محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل نزیل قادیان

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے جناب سید سلیمان صاحب ندوی کا قول نقل کیا ہے کہ:-

"بہتر سے بہتر فلسفہ، عمدہ سے عمدہ تعلیم، اچھی سے اچھی ہدایت زندگی نہیں پا سکتی اور کامیاب نہیں ہو سکتی اگر اس کے پیچھے کوئی ایسی شخصیت اس کی حامل اور عامل ہو کر قائم نہیں ہے جو ہماری توجہ محبت اور عظمت کا مرکز ہو"

پھر اس کے بعد خود تحریر فرمایا ہے کہ:-

"یہ نہایت دانشمندانہ قول ہے اور اگر ہم یہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا کہ جماعت احمدیہ کو اشد ترین مخالفتوں اور ہلاکت خیز طوفانوں کے باوجود جوش نشاط زندگی اور کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ وہ اسی شخصیت کی وجہ سے جو اس کے پیچھے اس کی حامل اور عامل ہے اور وہی ہماری توجہ محبت اور عظمت کا مرکز بنی آرہی ہے۔ یہ شخصیت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجدد الزمان اور مہدی دوران کا وجود ہے جن کے انفاس طیبہ سے ہر اس شخص کے اندر زندگی کی روح پیدا ہو چکی ہے جس نے آپ کی اطاعت کا جوا اٹھایا۔ اور آپ کی ہدایات پر عامل ہو کر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا بیڑہ اٹھایا"

(پیغام صلح ۵ر جولائی ۱۹۶۱ء)

غنیمت ہے کہ فاضل مدیر پیغام صلح نے اس جگہ مرکزی شخصیت کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پیش کیا ہے۔ حالانکہ عام اسلامی نظریہ کے مطابق وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ایسی مرکزی شخصیت قرار دے سکتے تھے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سب فیض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے۔

ہمارے نزدیک پیغام صلح کا یہ انداز غلط نہیں ہے۔ بلاشبہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انفاس قدسیہ سے آپ کے ملنے والوں میں زندگی کی روح پیدا ہو چکی ہے۔ اور یہ سب کچھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کا ظہور ہے۔ یہاں تک تو بات درست تھی کہ مرکزی شخصیت اپنے اپنے مقام کے لحاظ سے اپنے اپنے وقت پر ذکر کی جاتی ہے مگر ہمارے لئے یہ بات بڑی حیرت کا موجب ہے کہ فاضل ایڈیٹر صاحب نے اس بات کو ناپسند فرمایا ہے کہ جماعت احمدیہ اس سلسلہ میں اپنے درجہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کو توجہ، محبت اور عظمت کا مرکز کیوں قرار دیتی ہے۔ اور آپ کی بات ماننے اور اطاعت کو اپنے لئے کیوں لازمی قرار دیتی ہے۔ حالانکہ بات نہایت واضح ہے کہ خلفاء کا کام اصل کا کام ہوتا ہے۔ اور خلفاء کی اطاعت اور ان پر ایمان اصل کی اطاعت اور اس پر ایمان ہوتا ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ فاضل مدیر صاحب کو اخبار پیغام صلح ۷ر فروری ۱۹۳۷ء کے مندرجہ ذیل اقتباسات کی طرف توجہ دلائیں۔ تا انہیں معلوم ہو جائے کہ صاحب شریعت نبی بھی مرکزی شخصیت ہوتی ہے۔ اور ان کے بعد آنے والے غیر تشریعی نبی کا وجود بھی مرکزی شخصیت ہوتی ہے۔ اور پھر جو ان کے خلفاء ہوتے ہیں وہ اپنے اپنے رنگ میں مرکزی شخصیت ہوتے ہیں اور ان کی اطاعت واجب اور ان کی پیروی لازمی ہوتی ہے۔ اور جماعتوں کی مستقل ترقی کا انحصار ایسے ہی وجودوں پر ہوتا ہے۔

اقتباسات درج ذیل ہیں:-

"(۱) اتحاد عمل مرکزیت اور اطاعت امیر کے بغیر وہم گمان کے سوا کچھ نہیں۔ . . . . صحیح جماعتی زندگی اور عروج تا وقتیکہ تمام افراد ایک جذبہ، نظام اور لیڈر کے ماتحت سرگرم نہ ہوں۔ خیال باطل ہے"

"(۲) ضروری ہے کہ ایک مرکزی شخصیت موجود ہو جس کا ہر حکم اسی قانون کے ماتحت واجب التعمیل ہو۔ اور کوئی فرد جماعت اس کی بجا آوری میں چون وچرا کرے۔ اس امارت کی بہترین مثال زمانہ امارت ابوبکرؓ وعمرؓ ہے وہ قرآن کریم کے تابع تھے۔ لیکن کیا مجال کہ کوئی ان کے احکام سے سر مو انحراف کر سکے"

(۳) "فرمایا یایہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اے مسلمانو! اللہ، اس کے رسول اور اپنے امیر وقت کی اطاعت کرو۔ یہاں امیر کو نائب رسول ظاہر فرمایا ہے۔ اور ساتھ ہی ہر وقت جماعت کے سر پر امیر کے وجود کو لابد اور ضروری قرار دیا ہے۔ اور اسے صاحب حکم فرمایا ہے۔ جس کی اطاعت قرآن وسنت کی روشنی میں دینی ہی ہو جیسے اللہ اور اس کے رسول صلعم کی"

(۴) "یہ تبھی ممکن ہے جبکہ ایک واجب الاطاعت امیر کے ہاتھ میں جماعت کی باگ ڈور ہو۔ تمام افراد اس کے اشارے پر حرکت کریں سب کی نگاہیں اس کے ہونٹوں کی جنبش پر ہوں۔ اور جونہی اس کی زبان فیض ترجمان سے کوئی حکم مترشح ہو سب بلا حیل وحجت اس پر عمل پیرا ہوں۔ کیونکہ عمل ہی حجت ونکرار سم قاتل ہے"

(۵) "جب تک عنان ایسے امیر کے ہاتھ میں نہ ہو جس کے ہاتھ پر عملی طور پر تن من دھن کی قربانی کی بیعت نہ کی ہو۔ مستقل اور پائندہ ترقی محال ہے"

(پیغام صلح لاہور ۷ر فروری ۱۹۳۷ء)

ان حوالہ جات کی موجودگی میں غیر مبائع دوست غور فرماویں کہ خلفاء کو محبت و توجہ کا مرکز تسلیم کرنا انہیں کیوں ناگوار ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے

خیار ائمتکم الذین تحبونھم ویحبونکم وتصلون علیھم ویصلون علیکم

کہ بہترین امام وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں تم ان کے لئے دعائیں کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے دعائیں کرتے ہیں (مسلم)

علیحدگی از عہدہ صدارت جماعت احمدیہ سرینگر

مکرم غلام محمد صاحب بخشی کے متعلق یہ شکایات بعد تحقیق پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہیں کہ انہوں نے عرصہ دو سال سے اپنے لازمی چندہ جات میں کوئی رقم ادا نہیں کی۔ اور وصول شدہ چندہ جات جماعت احمدیہ سرینگر کی رقم بھی ذاتی تصرف میں لاکر ادا نہیں کی ہے باوجودیکہ مقامی سیکرٹری مال، مبلغ صاحب سرینگر، انسپکٹر صاحب بیت المال پراونشل امیر صاحب کشمیر اور نظارت بیت المال قادیان کی طرف سے ان کو متعدد بار زبانی و تحریری اصلاح حال کی توجہ، تلقین و تاکید کی گئی۔ چونکہ ان کے بُرے نمونہ کی وجہ سے مقامی جماعت کے افراد پر بُرا اثر پڑ رہا ہے۔ اور صدر انجمن احمدیہ کے قواعد کے مطابق ایسے شخص کو جماعت کے کسی عہدہ پر رکھنا مناسب نہیں۔ اس لئے غلام محمد صاحب بخشی کو مطابق فیصلہ صدر انجمن احمدیہ قادیان عہدہ صدارت سے الگ کیا جاتا ہے اور ان کی جگہ دوسرا انتخاب ہونے تک مکرم میر حبیب اللہ صاحب کو صدر جماعت احمدیہ سرینگر مقرر کیا جاتا ہے۔ جملہ احباب و عہدیداران ان سے تعاون کریں۔

ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان

ولادت مجھے اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے مورخہ [illegible] کو لڑکا عطا فرمایا ہے نو مولود مکرم شیخ محمد عثمان صاحب مرحوم آف حیدر آباد دکن کا پوتا اور ملک محمد شفیع صاحب مرحوم آف لائلپور کا نواسہ ہے۔ احباب جماعت و بزرگان سلسلہ اور درویشان قادیان سے دعا کی درخواست ہے۔ خدا تعالےٰ نومولود کو نیک اور خادم دین بنائے اور لمبی عمر عطا کرے۔ آمین اور زچہ کو جلد صحت کاملہ عطا کرے آمین۔

خاکسار محمود احمد سعید واقف زندگی دفتر وکیل التبشیر ربوہ

مجاہدِ غانا کی روانگی

مکرم مولانا عبد المالک صاحب فاضل جو ایک لمبے عرصہ سے کراچی میں بطور مربی سلسلہ خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں۔ اور حال ہی میں حضرت اقدس کے ارشاد کے ماتحت آپ بہ ائظم افریقہ میں تبلیغِ اسلام کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ کراچی سے روانگی کے وقت مقامی جماعت نے موصوف کے اعزاز میں ایک الوداعی تقریب منعقد کی۔ جس میں حسب ذیل دو نظمیں پڑھی گئیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر میدان میں مکرم مولانا صاحب کی نصرت و تائید فرمائے اور آپ کی زبان میں خاص تاثیر پیدا فرمائے آمین۔ یہ دو نظمیں محترم مولوی صاحب کے فرزند عزیز عبد الرب صاحب انور کی طرف سے بوساطت جناب حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت قادیان بغرض اشاعت موصول ہوئی ہیں (ادارہ)

(۱)

اے راہِ دیں کے رواں مسافر وہ یاد تم کو کیا کریں گے
جو پیچھے نقشِ قدم پہ تیرے ہزاروں انساں چلا کرینگے
بلند ارادے ۔ بہ عزم راسخ ۔ رواں دواں ہے سوئے منزل
قدم قدم پہ اے بطلِ احمد سلام تجھ کو کہا کریں گے
وہ جسنے کسریٰ ۔ ابو ہریرہؓ کے زیر فرماں بنا دیا تھا
اسی خدا نے کہا مسیحؑ کو یہاں بھی سلطاں جھکا کرینگے
رہیں گی زندہ انہی کی نسلیں ہیں جو انصارِ دینِ احمد
ملے گا اجرِ عظیم ان کو جو آج دیں سے وفا کریں گے
یہی سکھاتی ہے احمدیت یہ ہم بھی دل میں ٹھان لی ہے
جو دیں کی خاطر جیا کریں گے ہم اسکی خاطر مرا کرینگے
یہ عقلِ انساں بنا کے ایٹم فنا کے ساحل پہ کھینچ لائی
یہی کریں گے جہاں میں جو یہ تصور ماسوا کریں گے
افریقہ کے جنگلوں میں مسیحِ قدسی کے گیت گائے
اے عازمِ غانا تجھ کو سرِ جا اذان کہتے سنا کرینگے
سلام ان کو امام کا بھی خدامِ احمد تمام کا بھی
پہنچا کے پھر یہ پیغام دینا کہ آپ ان سے ملا کرینگے
کہ دیں کے رہ جو حسین ستارے نثار یار دو سلام تم پر
خدا کے شیر دل اے جاں نثار دیں تمہارے سلام تم پر
اے باغِ احمد کے نونہالو اے خوش نہاد سلام تم پر
جمالِ مدنی کے چاند تارو خدا کے پیارو سلام تم پر

اے عبد مالک سلام تجھ کو سلام سب کا سلام سب کا تو
مسیح کے خادم وہاں ہیں جتنے یہ میرا دینا پیام سب کو
کہ نیفیں عاجز کو یاد رکھنا ۔ دعائے صبح و مسا میں اپنی
خدا ہو حافظ خدا ہو ناصر تمہارا ہم یہ دعا کرینگے
ہے تو جس مسلک پہ مالک اسی پہ سالک رہے
تیرے سر پر حبیب مالک سایۂ مالک رہے
(منجانب جماعت احمدیہ کراچی)

(۲)

الوداعی دعا

از طرف مجلس انصار اللہ کراچی

اب کے آئی ہے عجب انداز سے فصلِ بہار	گو چمن شاداب ہے اہلِ چمن ہیں بے قرار
رنگ و بوئے گل اڑا کر لے گئی بادِ بہار	غنچے کچھ خاموش سے ہیں چشمِ نرگس اشکبار
عبد مالک کی جدائی کا اثر گلشن پہ ہے	نغمہ سنجانِ چمن ہیں مضطرب اور بیقرار
مجھ میں کیا طاقت کروں وصف ان کے بیاں	ہے قلم ساکت سکون قلب ہے سیماب وار
رنگِ جوہر خوئے گوہر فیض سلطان القلم	خود بخود ہوتے ہیں انکی شخصیت سے آشکار
ربطِ مضموں ۔ بندشِ الفاظ ۔ اندازِ سخن	درسِ قرآں نسخۂ تسخیرِ دل کا شاہکار
پڑ گئی محمودؓ کی جس پر نگاہِ انتخاب	سنگریزہ کو بنا دیتی ہے دُرِ شاہوار
ہلکا ہلکا سا تبسم درمیانِ گفتگو	آپ کر لیتے تھے جس سے ہر مخاطب کو شکار
چومتی ہے کامیابی اسلئے انکے قدم	ورنہ عالم اور بھی ہیں اس جہاں میں بیشمار
ساری دنیا پر حکومت ہو رسول اللہ کی	ذرہ ذرہ پر ہو قائم احمدیت کا وقار

اہلِ غانا میں بلالی روح ہو پیدا نظر
مولوی مالک ہو ہر حال ہوں کامیاب و کامگار

"لبیک اللّٰہم میں حاضر ہوں"

دفتر تحریک جدید کی طرف سے جملہ صدر صاحبان جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان اور مبلغین کرام کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ مقامی جماعتوں کے بہت سے مخلصین ایسے ہیں جنکی طرف سے ۔۔۔ تحریک جدید کے وعدہ جات موصول نہیں ہوئے۔ حالانکہ تحریک جدید کے مالی جہاد میں شامل ہونا ضروری ہے۔ جو لوگ تحریک جدید کے مالی جہاد میں باقاعدہ حصہ لے رہے ہیں۔ انہیں لوگوں کی کوشش سے فتح ہو گی۔ ذیل میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دو ضروری ارشاد درج کئے جاتے ہیں۔ احباب ان کو خود بھی غور اور توجہ سے پڑھیں اور اپنی اپنی مقامی جماعت کے جملہ احباب و مستورات اور بچوں کو بھی متواتر ذہن نشین کرواتے رہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ:-

"جن کے دل میں مرض ہو انکے پاس اگر کروڑوں روپیہ ہو تب بھی وہ کہیں گے کھانے کو جتا نہیں چندے کہاں سے دیں لیکن مومن کے پاس کچھ بھی نہ ہو تو بھی وہ کچھ نہ کچھ دیگا۔"

لبیک اللّٰہم میں حاضر ہوں

جن کے ذریعہ فتح ہو گی وہ وہی ہیں جن کے دل ہر قربانی کیلئے تیار ہیں۔ جو مشکلات اور تکالیف میں زیادہ قربانی کرتے ہیں انہی لوگوں کی کوشش سے فتح ہوتی ہے اور انہی لوگوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی برکات نازل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جماعت احمدیہ کو قائم رکھنے والے یہی لوگ ہیں جو مصیبت میں قدم آگے بڑھاتے ہیں اور کسی صورت میں بھی پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لیتے "یاد رکھو! گو اس تحریک میں شامل ہونا اختیاری ہے مگر جو شخص شامل ہونے کی اہلیت رکھنے کے باوجود اس خیال کے ماتحت شامل نہیں ہوگا۔ کہ خلیفہ نے شمولیت کو اختیاری قرار دیا ہے وہ مرنے سے پہلے اس دنیا میں یا مرنے کے بعد اگلے جہان میں پکڑا جائے گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر وہ شخص جو اپنے اندر ایمان کا ایک ذرہ بھی رکھتا ہے میری اس تحریک پر آگے آ جائے گا۔ وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے نمائندہ کی آواز پر کان نہیں دھرتا اس کا ایمان کھویا جائے گا۔"

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ان ارشادات کی روشنی میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنی مقامی جماعتوں کے جملہ افراد کا جائزہ لیں۔ اور جو دوست کسی مجبوری کی وجہ سے تاحال شامل نہیں ہو سکے۔ ان کو شامل کریں۔ تاکہ ان کا ایمان مضبوط ہو۔ اور وہ لوگ احمدیت کی ترقی اور فتح میں حصہ دار ہوں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی برکات نازل ہوں جن سے خود ان کی مشکلات بھی دور ہو جائیں گی۔

۳۱ر جولائی ۱۹۶۱ء تک چندہ تحریک جدید سو فیصدی ادا کرنے والے احباب اور جماعتوں کی فہرست سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت بابرکت میں غرضِ دعا پیش کی جا رہی ہے۔ جس کے لئے ابھی موقعہ ہے کہ احباب جلد سے جلد اپنے وعدہ جات ادا کر کے حضور کی دعاؤں میں شامل ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو اور خدماتِ دینیہ کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔ وکیل المال تحریک جدید قادیان

بمبئی میں ہمارے مشاغل

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

حاجیوں کے جہاز پہلے گجرات کا شہر سورت "باب مکہ" کہلاتا تھا۔ چونکہ حاجیوں کا جہاز پہلے اسی شہر کی بندرگاہ سے ساحل عرب کی طرف روانہ ہوتا تھا۔ لیکن اب بمبئی کو باب مکہ کہنا چاہیئے۔ اب حاجیوں کے جہاز بمبئی کی بندرگاہوں سے جدہ وغیرہ کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔

اس سال مغل لائن کے چار جہاز اسلامی۔ مظفری۔ محمدی اور سعودی لگ بھگ بیس ہزار حاجیوں کو لے کر بمبئی سے جدہ کی طرف گئے۔ اور اب یہی جہاز حاجیوں کو لے کر جدہ سے بمبئی واپس آ رہے ہیں۔ اس واپسی کا سلسلہ اگست تک جاری رہے گا۔

پورٹ حج کمیٹی اور انجمن خدام النبی سفر حج کے لئے سہولتیں بہم پہنچاتی ہے۔ کمیٹی تو ایک نیم سرکاری ادارہ ہے۔ اور انجمن پرائیویٹ۔ لیکن دونوں حاجیوں کو سہولت پہنچانے میں پیش پیش رہتی ہیں۔ رقابت تو دونوں میں رہتی ہی ہے۔ لیکن اس سے ابھی تک حاجیوں کا بھلا ہی ہو رہا ہے۔ ان دونوں اداروں کے آفس صابو صدیق مسافر خانے میں ہیں۔

اب اس مسافر خانے کے متعلق بھی کچھ سن لیجئے۔ وسط شہر میں ایک لمبی چوڑی چار منزلہ عمارت ہے۔ اس مسافر خانے میں صرف ان لوگوں کو آتے اور جاتے ہوئے قیام کا حق ہے جو زیارت کربلا یا حج بیت اللہ کو جاتے ہوں یا وہاں سے واپس آتے ہوں

عموماً شعبان کے مہینے سے حاجیوں کی آمد شروع ہو جاتی ہے۔ ان دنوں مسافر خانہ قابل دید ہوتا ہے۔ وادی کشمیر سے لے کر راس کماری تک کے مسلمان ارادہ حج سے یہاں آتے ہیں قسم قسم کی صورتیں۔ لباس اور بولیاں بس ان دنوں مسافر خانے میں بیٹھ کر ہندوستان کی تمام علاقائی تہذیبوں کے نمونے دیکھے جا سکتے ہیں۔

گورنمنٹ آف بمبئی کی کوششوں سے اس مسافر خانے میں حاجیوں کو قیام کے علاوہ اور بھی بہت سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔ پاسپورٹ۔ ویزا۔ ایکسچینج ٹیکے۔ طبی معائنے اور قلی سب چیزوں کا بندوبست مسافر خانے میں کر دیا جاتا ہے۔ جہاں حاجی صاحبان عارضی طور پر اپنا اکاؤنٹ کھول سکتے ہیں۔ اور قیمتی سامان بطور امانت رکھ سکتے ہیں۔ ایک کمرے میں ویسٹرن اور ساؤتھرن ریلوے کے بکنگ آفس بھی کھل جاتے ہیں۔ جہاں سے ہندوستان بھر کے اسٹیشنوں کے ٹکٹ مل جاتے ہیں۔ اعلانات اور لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ ہمیشہ حاجیوں کو ضروری اطلاعات پہنچائی جاتی ہیں۔

جب کسی جہاز کی روانگی کی تاریخ آتی ہے وہ دن بھی عجیب ہوتا ہے۔ پورٹ حج کمیٹی اور انجمن خدام النبی کے زیر اہتمام ہمارے حجاج بندرگاہ کو جاتے ہیں۔ وہاں پورٹ حج کمیٹی کی طرف سے کسی عالم اور معزز آدمی کو امیر حجاج مقرر کیا جاتا ہے۔ یہ امیر جہاز کے آفیسروں اور عملوں سے ربط قائم رکھتے ہیں۔ اور حاجیوں کی تکالیف کا بروقت ازالہ کرتے ہیں۔

یوں تو بمبئی کی بندرگاہوں سے روزانہ درجنوں جہاز روانہ ہوتے ہیں۔ اور الوداع کہنے والے متعلقین کے علاوہ جہاز کمپنی بھی ان کو نہایت عزت و احترام سے روانہ کرتی ہے لیکن حاجیوں کے جہاز کو الوداع کہتے وقت لوگوں کے چہروں پر عقیدت و محبت کا جو پاک جذبہ نظر آتا ہے۔ اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ سمندر کی بے پایاں وسعت جہاں نظر بھی حیران ہو جاتی ہے۔ الوداع کہنے والے تصور کے زور پر اس وسعت کو طے کرتے ہیں اور بحیرۂ عرب کے کنارے ساحل ہند پر کھڑے کھڑے اس پاک نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر بے انتہا درود و سلام بھیجتے ہیں۔ جن کے پاس خدا کی یہ وحی آئی تھی۔

وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا

جہاز درود اور سلام کے انہی حصار میں ساحل عرب کی طرف پیش قدمی کرتا ہے۔

اس کے چند ماہ بعد جب حج پورٹ کمیٹی کی طرف سے یہ اعلان ہوتا ہے کہ فلاں جہاز حاجیوں کو لے کر فلاں تاریخ کو ساحل بمبئی پر لنگر انداز ہو رہا ہے اس وقت بھی بندرگاہ کا نظارہ قابل دید ہوتا ہے۔ ایک ناظر جو حرم کعبہ۔ مولد نبی۔ غار حرا۔ غار ثور۔ مدینۃ النبی۔ گنبد خضرا اور مزار فاطمۃ الزہرا کی زیارت کر کے آ رہا ہے۔ جس کے سینے میں پھر عشق کے جذبات نے انگڑائی لی ہے۔ اس کے استقبال کا سوال ہے بخدا لوگ ادھر ادھر دیدۂ و دل کا فرش بچھاتے پھرتے ہیں۔ سچ پوچھئے تو یہ جگہ ایسی ہی عقیدت کے اظہار کی ہوتی ہے۔ یوں تو بمبئی میں پھول کی دکانیں ہمیشہ ہی گرم رہتی ہیں۔ پھول یہاں کی عورتوں کی زینت کا لازمی جزو ہے۔ مگر حاجیوں کو جتنے موٹے موٹے گجرے پہنائے جاتے ہیں ان کی تیاری میں تو مالن کے پنجوں میں تھکن سی محسوس ہونے لگتی ہوگی۔

میں ہر سال ہی حاجیوں کے کسی جہاز کے استقبال کو جاتا تھا۔ مگر اس سال تو میرے چند ایسے دوست بمبئی میں وارد ہوئے جنہوں نے مجھ سے ایام طالب علمی میں رشتہ محبت قائم کیا تھا۔ اور اخیر تک نباہا تھا۔ ان کی ملاقات سے بہت سے بیتے ہوئے دن یاد آ گئے۔ میں نے ان دوستوں کو دار التبلیغ میں ہی ٹھہرایا۔ ان کے بہت سے عزیز و اقارب حج کو گئے ہوئے تھے۔ اور مختلف جہازوں سے آ رہے تھے۔ میں ان کے ساتھ چاروں جہازوں کے استقبال کو گیا۔ پورٹ حج کمیٹی اور انجمن خدام النبی سے ہم ان کے لئے اور بھی بہت سے انتظامات کرائے

یوں تو یہ میرے پرانے شناسا تھے۔ ایک دو دن نہیں۔ بلکہ مسلسل چار سال تک ایک ساتھ پڑھتے رہے۔ لیکن اب ان کے لئے میری گفتگو اور میرے خیالات کچھ نئے سے تھے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت احمدیہ کا نام لیتا وہ چونک پڑتے۔ اور مجھے کچھ حیرت ناک نظروں سے دیکھنے لگتے۔ میں نے یہ اجنبیت دور کرنے کے لئے بار بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام لینا شروع کیا۔ اور آہستہ آہستہ تھپکیاں دے دے کر ان کو اپنے خیالات سے مانوس کرنے لگا۔ پھر تو دس دن تک تبلیغی مجالس ہی جمتی رہیں۔ ان دنوں مجھے یہ معلوم ہوا کہ ابھی تک ہندوستان کے کتنے علاقے ایسے ہیں جہاں آج تک کوئی پیغام احمدیت لے کر نہیں گیا۔

[illegible] کو میری زندگی میں اس اعتبار سے ایک اہمیت حاصل ہے کہ اس سال پندرہ برسوں کے بعد بعض پرانے دوستوں سے پھر رسمی تعلقات قائم ہوئے۔ انہیں میں میرے یہ دوست بھی تھے

بمبئی کا محرم کہتے ہیں کہ اس سال محرم کے پہلے عشرے میں واقعہ کربلا پر کم سے کم ایک ہزار تقریریں ہوئیں ہر مقرر چوٹی کا مقرر کہلاتا تھا۔ ان میں سے بعض کو تو میں نے بھی دیکھا۔ بعض تو اپنے لباس اور وضع قطع سے بمبئی جیسے مغرب زدہ شہر میں بیچ بیچ ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے "ماؤنٹ ایورسٹ" سے اتر کر آ رہے ہیں۔ سنیئے! ایک مولوی صاحب کا حلیہ بیان کروں۔ سر پہ زلف دراز اور درازی بھی اتنی کہ یہی زلف کسی صنف نازک کے سر پہ ہوتی تو اس کو میدان قیامت یا شب فراق کی درازی سے تشبیہ دیتے۔ چہرے پہ داڑھی کی دو لٹیں۔ اس بزرگ صورت سے میری ملاقات بھی ایک ہوٹل میں ہوئی۔ ایک ہی میز پر ہم دونوں بیٹھے۔ ان کے لئے چائے لائی گئی۔ تو خدا جھوٹ نہ بلوائے میں نے دیکھا کہ ان کے ہونٹوں سے پہلے داڑھی کی کوئی ایک لٹ ضرور پیالی میں غوطہ لگاتی تھی۔ وہ منظر کتنا مکروہ تھا۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ میں اپنی چائے کو منہ بھی نہیں لگا سکا۔ مجھے اپنی پیالی دیکھ کر بھی ابکائی آتی تھی۔ میں نے ان سے تعریف پوچھی تو فرمایا خطیب اہل بیت۔ اور وہ بھی شیعہ نہیں بلکہ سنی۔ یہاں کیسے آنا ہوا؟۔ وعظ کے لئے بلایا گیا ہوں۔ یہ ان کا جواب تھا۔ مجھ سے اس وقت ضبط نہ ہو سکا میں پوچھ بیٹھا کہ کیا آپ اس سے پہلے بھی کبھی کسی انسانی آبادی میں آئے تھے۔ وہ حضرت مجھ سے میرے اس جملہ کا مطلب پوچھنے لگے۔ میں نے کہا میں نے اس سے پہلے تو انسانی آبادی میں آپ جیسے آدمی کو نہیں دیکھا۔ البتہ پہاڑی سادھوؤں کے قصے میں سنا تھا۔

کیا سنا تھا؟

یہی کہ آپ جیسے آدمی پہاڑوں کی گپھاؤں میں رہتے ہیں اور وہیں خدا کی یاد کرتے ہیں۔ میرا آخری جملہ کام کر گیا۔ اور وہ حضرت بجائے گرم ہونے کے مجھ پر مہربان ہو گئے۔ ورنہ مجھے تو اس ہوٹل میں ذرا خطرہ محسوس ہونے لگا تھا۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب آئیے محرم کے مجالس وعظ کی سیر کراؤں۔ پہلی محرم سے ہر مسلمان محلہ میں سڑک کے کنارے ایک شامیانہ تن جاتا ہے۔ ان دنوں کارپوریشن بھی ایسے شامیانوں کی اجازت دے دیتا ہے۔ یہاں روزانہ بعد عشاء کے بعد مجلس لگتی ہے۔ جس میں کوئی عالم صاحب وعظ فرماتے ہیں۔ اور دس دنوں تک فرماتے چلے جاتے ہیں۔ اس کی روزانہ کم سے کم سو مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ اور دس دنوں تک ہوتی رہتی ہیں عموماً یہ علماء یوپی کے علاقے سے درآمد کئے جاتے ہیں۔ وہ جو ایک کہاوت ہے کہ جتنے سر اتنے چہرے اور جتنے منہ اتنی باتیں یہ ان مجلسوں میں دیکھئے۔ اتفاق سے یہاں میرے چند ایسے غیر احمدی دوست ہیں جو ان مجالس سے خوب شغل فرماتے ہیں۔ ان کے ذریعہ مجھے ہر تقریر کی رپورٹ ملتی۔

ایک دن وہ کہنے لگے کہ آج مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی

ہیں وفات نہیں ہوئی اور وہ پھر واپس آنے والے ہیں۔ میں نے بے ساختہ کہا کہ یہ کوئی عبد اللہ بن سبا کا ایجنٹ معلوم ہوتا ہے۔

تقریریں تو بہت ہوئیں۔ مگر امسال بمبئی بھر میں ایک کمی محسوس ہوتی تھی۔ یعنی مولوی حشمت علی صاحب مرحوم کی کمی جن کا اسی سال انتقال ہوا ہے۔ لگ انہیں کو آتش فشاں کہا کرتے تھے۔ ان مرحوم میں یہ صفت تھی کہ ایک ایک جن مسلمان فرقوں کا نام لیتے اور اخیر میں فرماتے کہ یہ سب کافر مرتد دجال۔ جو ان سے کلام کرے اس کی بیوی مطلقہ وغیرہ وغیرہ۔ لوگ ان کی تقریر سننے ضرور جاتے تھے استفادے کے لئے نہ سہی تفننِ طبع ہی کے لئے۔

ان محرمی مجالس سے اتنی رنگ برنگ کی باتیں سنائی گئیں کہ مجھے بھی واقعہ کربلا پہ ایک عدد تقریر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ احمدیت کا اردو زبان سے گہرا تعلق ہے جو اردو پڑھنا نہیں جانتا وہ احمدیہ اقدار سے بہت حد تک ناواقف ہوتا ہے۔ اور ایسی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتا ہے اسی لئے میں نے ایک دن دار التبلیغ میں احباب جماعت کے سامنے واقعہ کربلا پر تقریر کی

انہیں دنوں کی بات ہے کہ میرے ایک بوہرہ دوست آ گئے۔ وہ جب آتے تھے تو مجلس زعفران کی کھیتی ہو جاتی تھی۔ مگر آج جو وہ آئے تو سیاہ لباس میں غرق۔ حالانکہ پہلے ہمیشہ سفید لباس پہنتے تھے اور چہرہ سنجیدہ اور غمگین بنائے۔ میں نے ذرا ہنسی کی بات کی تو منہ پہ ہاتھ دھر کر کہنے لگے کہ واقعہ کربلا کا ادب ملحوظ رکھیئے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اچھا کالا لباس کب سے ماتمی لباس بن گیا۔ یہ تو بنو امیہ کا شعار ہے۔ ... آپ نے قاتل ... کا لباس کیوں پہن رکھا ہے؟ صاحب بہت اس سوال پہ ہنس پڑے

کالے لباس کی بات آ گئی ہے۔ تو ایک واقعہ اور سن لیجئے۔ میں بھی عموماً کالی ٹوپی اور کالی شیروانی ہی پہنتا ہوں۔ ایک دن اسی لباس میں ایک ایرانی شیعہ دوا فروش (کیبڈی کمپنی) کی دکان پہ چلا گیا اس کے مالک نے میرا کالا لباس دیکھ کر سمجھا کہ میں کوئی محرمی واعظ ہوں۔ فوراً اپنی کرسی سے اٹھا۔ میرے پاس آیا۔ اور پوچھنے لگا۔ آپ کہاں سے تشریف لاتے ہیں۔ نجف اشرف و کربلا معلیٰ تو گئے ہی ہوں گے۔ ذرا وہاں کے حالات سنائیے۔ اور ہاں آپ کا وعظ کہاں ہو رہا ہے۔ آیئے ذرا ناشتہ ہی کر لیجئے۔ ناشتہ نہیں تو چائے ہی پی لیجئے۔ اچھا چائے بھی نہیں تو یہ سگریٹ حاضر ہے۔ تمام گاہکوں کے سامنے اپنی یہ عزت افزائی دیکھ کر میں نے یہ محسوس کیا کہ محرم میں "کالی شیروانی" "کالی بلا" کے مترادف ہے

مجلس اطفال

اسی مہینے کی بات ہے کہ ایک دن میرا لڑکا داؤد احمد اسکول سے آیا۔ اور بڑے جوش و خروش سے کہنے لگا کہ آج میں نے اپنے ٹیچر اور کلاس کے لڑکوں سے وفات مسیح اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں پہ زبردست مناظرہ کیا۔ سب ایک طرف تھے میں اکیلا ایک طرف تھا۔ پھر بھی میں ہی جیتا۔ پھر اس نے بڑے ولولے سے تفصیل سنانی شروع کی۔ میں اس لڑکے کی لمبی چوڑی باتیں سنکر بہت متاثر ہوا۔ اور سوچنے لگا کہ آخر اس نے احمدیت کے متعلق اتنی معلومات کیسے حاصل کئے۔ اس کو تو اسکول کی کتابوں سے فرصت نہیں تھی۔ حساب اور دوسرے مضامین کے علاوہ انگریزی اور ہندی بھی پڑھنی پڑتی ہے۔ یہ کتب احمدیت کے مطالعہ کے لئے کیسے وقت نکالتا ہے۔ اور پھر عمر بھی کچھ زیادہ نہیں ہے۔ میں نے آخر اس سے پوچھا تو کہا کہ آپ جو روزانہ مغرب کے بعد یہ باتیں کرتے ہیں۔ آخر میرے کانوں میں بھی پڑتی ہیں یا نہیں یہ باتیں تو اتنی بار آپ نے دہرائی ہیں کہ چھوٹے بھائی اور بہن کو بھی یاد ہو گئی ہیں

اسی دن میں نے محسوس کیا کہ ان بچوں کے لئے اظہار خیال کی کوئی تقریب نکالنی چاہیئے۔ میں نے جمعہ میں اعلان کیا کہ آج سے ہر جمعہ کے بعد یہ بچے احمدیت کے موضوع پر تقریریں کیا کریں گے۔ جو دوست فارغ ہوں وہ نماز کے بعد ٹھہر جائیں۔ میں نے دوستوں کو حضرت سعدیؒ کا یہ شعر سنایا کہ

> روز گارم تمام شد بہ نادانی
> من نہ کردم شما حذر بکنید

اور واقعہ یہ ہے کہ ... زمانے ... بخت ... دوستوں ... احمدیت حاصل نہیں ... اکثر احباب کو اس کا احساس ... اس لئے میری یہ تحریک بہت پسند کی گئی۔ اللہ کا فضل ہے کہ اس دن سے یہ سلسلہ قائم ہے۔ اور اب تو یہ مجلس ایسی ہو گئی ہے کہ "رسالہ کھاؤ ... کی اصطلاح میں آٹھ برس سے لے کر پانچ برس تک کے بچے اس میں حصہ لیتے ہیں۔ اس جمعہ کو مکرم عبد الرزاق نو مسلم نے اپنے قبول اسلام و قبول احمدیت کے واقعات بہت دلچسپ پیرائے میں سنائے۔ اور تلاوت قرآن والے عزیز احمد قاری ہو رہے ہیں جو علم تجوید کے ماہر اور سند یافتہ قاری ہیں۔

رسالہ نور افشاں

دوستوں کو معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں عیسائیوں کا ایک پرچہ "نور افشاں" اکثر آپ کے خلاف زہر چکانی کرتا تھا۔ بہت دن ہوئے کہ یہ پرچہ ابدی نیند سو گیا تھا۔ انہیں دنوں کی بات ہے کہ میں اپنے پروگرام کے مطابق دوست احباب سے مل کے شام کے ساڑھے سات بجے گھر آیا تو حسب معمول میرے لڑکے نے خطوط۔ اخبارات اور رسائل کا ایک پلندہ میرے ہاتھ میں دیا۔ اس میں مجھے ایک پرچہ نظر آیا۔ جس کا نام "تریج" تمام پرچوں سے زیادہ کالا تھا مگر اس پر لکھا تھا "نور افشاں" معلوم ہوا۔ کہ میرے ایک عیسائی دوست یہ پرچہ دے گئے ہیں۔ اس پرچے میں غیبت کر کے میرا ذکر بھی تھا۔ اس عیسائی دوست نے مجھ سے اپنا ایک انٹرویو شائع کرایا تھا۔ بات قرآن شریف انگریزی ترجمہ والے کے متعلق ہوئی تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ انشاء اللہ ہم بھی بائیبل سوسائٹی کی طرح قرآن مجید کا دو سو زبانوں میں ترجمہ کریں گے۔ اور دم نقد ان کو انگریزی ترجمہ والے قرآن کے دونوں نسخے جو دکھائے۔ ایک وہ جو تفسیر کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ اور دوسرا وہ جو صرف انگریزی کا ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ جماعت احمدیہ کی یہ خدمت "آب زر سے لکھے جانے اور کلمۂ اقدس" کی طرح زبان پر لانے کے لائق ہے۔ مگر وہ نکتہ چین ہی کیا جو چہرۂ زیبا کے تل کو بھی سیاہ دھبہ نہ کہہ دے

لیکن وہ حضرت دوسرے یا تیسرے دن پھر آئے۔ ان کے ہاتھ میں بائیبل کا وہ تازہ ایڈیشن تھا جو امریکہ میں شائع ہوا ہے۔ اور امریکہ کے ۱۲۵ اسکالروں نے مل جل کر تیار کیا ہے۔ وہ یہ نسخہ دکھا کر کہنے لگے میں آپ کے قرآن مجید سے اس کا تبادلہ کرنے آیا ہوں۔ میں نے کہا کہ کل والے خیالات سے آپ نے رجوع کر لیا۔ تو فرمانے لگے کہ وہ تو محض عادت کے طور پر کہہ گیا تھا واقعہ یہ ہے کہ آج تک کسی جماعت نے ایسے آب و تاب سے قرآن مجید شائع نہیں کیا ہے۔ اور اس کا دیباچہ تو بڑے غضب کا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے مطالعہ کا اشتیاق تو مجھے کل ہی پیدا ہو گیا تھا۔

درخواستہائے دعا

بیگم صاحبہ حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب سکندر آباد نے قبل ازیں سلسلہ کے اخبارات کی اعانت کے طور پر ۱۵ روپے ارسال فرمائے تھے۔ اور اب بھی اخبارات کے لئے ۱۰ روپے کی رقم سے اعانت فرمائی ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان کی درخواست ہے کہ ان کے خاندان کے مندرجہ ذیل افراد بیمار ہیں۔ ان کی کامل شفایابی کے لئے احباب جماعت خاص طور پر دعا فرمائیں۔ احباب جماعت حضرت سیٹھ صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ کی صحت و سلامتی اور لمبی عمر کے لئے دعا فرمائیں۔

۱۔ بہو ہاجرہ بیگم عرصہ دس سال سے فالج کے حملہ کی وجہ سے ہاتھ پاؤں سے معذور ہو گئی ہیں۔ جو خود ان کے لئے اور ہم اس کے ضعیف والدین کے لئے سخت تکلیف کا باعث ہے ان کی کامل شفا کے لئے خاص طور پر دعا کی جائے۔

۲۔ بڑی لڑکی فاطمہ بیگم کی بچی صبا کہ بیگم ایک لمبے عرصہ سے مرگی کے مرض میں مبتلا ہے اس موذی مرض سے نجات پانے کے لئے خاص طور پر دعا فرمائی جائے۔

۳۔ صالح محمد صاحب و راشد محمد صاحب جو علی محمد الہ دین صاحب کے لڑکے اور میرے پوتے ہیں ہر دو بغرض حصول تعلیم امریکہ گئے ہوئے ہیں۔ ان کی کامل صحت تکمیل تعلیم اور بخیریت مراجعت کے لئے خاص طور پر دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار مرزا وسیم احمد ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

لازمی چندہ جات کی ادائیگی

دیگر چندوں پر مقدم ہے!

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہونا چاہیئے کہ چندہ عام، حصہ آمد اور چندہ جلسہ سالانہ لازمی چندے ہیں جن کی بنیاد خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھی اور ان کی باقاعدہ ادائیگی کے متعلق حضور نے یہاں تک تاکید فرمائی کہ:

"جو شخص تین ماہ تک چندہ ادا نہ کرے گا اس کا نام سلسلہ بیعت سے کاٹ دیا جائے گا اور اس کے بعد کوئی منافق اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں اس سلسلہ میں ہرگز نہیں رہ سکتا۔"

گویا کہ تین ماہ تک چندہ نہ ادا کرنے والے کے متعلق اس قدر انذار ہے کہ وہ سلسلہ بیعت سے کٹ کر حصار احمدیت سے خارج ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ جو شخص اس سے زیادہ عرصہ کئی ماہ یا سالہا سال سے چندہ نہ دیتا ہو ایسا شخص خود اپنے انجام کے متعلق قیاس کر سکتا ہے۔

لازمی چندہ جات کی فرضیت اور اہمیت کے متعلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی ۱۹۳۴ء میں مطالبہ تحریک جدید کا اعلان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

"تحریک میں انہی لوگوں کا چندہ لیا جائے گا جو اپنے بقائے ادا کریں گے اور مستقل چندہ بھی پوری طرح دیں گے ہر وہ شخص جس کے ذمہ (لازمی) چندوں میں سے کچھ بقایا ہے یا ہر وہ جماعت جس کے چندوں میں سے کچھ بقائے ہوں وہ فوراً اپنے بقائے پورے کریں۔ اور آئندہ کے لئے چندوں کی ادائیگی میں باقاعدگی کا نمونہ دکھائیں۔ جو جماعتیں میرے اس حکم کے مطابق اپنے بقایوں کو ادا کرتے ہوئے فرلیفہ چندوں میں باقاعدگی کریں گی میں سمجھوں گا کہ انہوں نے اپنے اقرار کو پورا کیا اور آئندہ کی جدوجہد میں ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے"۔

اسی خطبہ میں آگے چل کر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

"آج وہی شخص اس جنگ یعنی تحریک جدید کے مطالبات میں شامل ہوگا جو اپنے بقایوں کو بے باق کر کے آئندہ کے لئے فریضہ چندوں کی ادائیگی میں باقاعدگی کرے گا"۔

جلسہ سالانہ ۱۹۳۵ء پر بھی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"تحریک جدید کو ہم کتنی ضروری چیز قرار دیں یہ لازمی بات ہے کہ اگر اس تحریک کا اثر پہلے کاموں پر پڑے تو پھر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا اگر ہم ہر دلعزیز بننے والا کام کریں تو سلسلہ کو بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔ تحریک جدید میں صرف انہی لوگوں کا چندہ لیا جائے گا جو اپنے لازمی چندوں کے بقائے ادا کریں گے۔ اور مستقل چندہ بھی پوری طرح دیں گے"۔

مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں جملہ احباب جماعت اور عہدیداران کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعتوں میں اس امر کا جائزہ لیں کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی واضح ہدایات کے باوجود کوئی شخص ان فرضی چندوں کو نظر انداز تو نہیں کر رہا۔ کیونکہ اس وقت جماعت کے سامنے بعض اور ضروری تحریکات بھی ہیں۔ مثلاً تحریک جدید، وقف جدید، چندہ نشر و اشاعت اور ویلفیئر فنڈ وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام تحریکات بھی اگرچہ نہایت ضروری ہیں۔ لیکن لازمی چندہ جات کے مقابلہ میں یہ ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔

چندہ عام، حصہ آمد اور چندہ جلسہ سالانہ جماعت کے لازمی چندے ہیں۔ اور سب سے اہم اور مقدم ہیں۔ ممکن ہے بیک وقت متعدد تحریکات میں حصہ لینے کی وجہ سے کوئی شخص ادائیگی لازمی چندہ جات میں تغافل اختیار کرے۔ لیکن ایسے شخص کی مثال وہی ہوگی جس طرح کہ کوئی شخص فرض نماز ترک کر کے کثرت نوافل میں مشغول ہو جائے یا رمضان کے روزے تو نہ رکھے اور نفلی روزوں پر زور دینا شروع کر دے۔ لیکن جس طرح ایسا کرنا بجائے فائدہ کے اس کو قابل مواخذہ بناتا ہے اسی طرح دیگر طوعی تحریکات کی بنا پر فرضی چندوں میں سستی اور غفلت اختیار کرنا خدا تعالیٰ کے نزدیک مستحسن نہیں۔ البتہ جس طرح ادائیگی فرائض کے بعد نوافل یقینی طور پر ترقی درجات اور قرب الٰہی کا باعث ہوتے ہیں۔ اسی طرح لازمی چندہ جات میں باقاعدگی کے ساتھ ساتھ دیگر تحریکات میں حصہ لے کر مالی قربانی کا بہترین نمونہ پیش کرنا خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کا موجب ہوتا ہے۔ اور سلسلہ احمدیہ کی موجودہ ضروریات اس کی متقاضی ہیں کہ احباب جماعت لازمی چندہ جات میں سو فیصدی ادائیگی کے علاوہ سلسلہ کی دیگر مالی تحریکات میں بھی اپنا قدم آگے بڑھا کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔

امید ہے کہ جملہ احباب جماعت اور عہدیداران لازمی چندہ کے تقدم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی اپنی جگہ لازمی چندہ جات کا محاسبہ کریں گے اور اپنی جماعتوں کے بقایادار افراد کی تربیت و اصلاح کی طرف فوری توجہ دیں گے۔ موجودہ مالی سال کے دو ماہ گزر چکے ہیں اور ابھی متعدد جماعتیں ایسی ہیں جن کی طرف سے لازمی چندوں کی کوئی رقم وصول نہیں ہوئی یا بعض کی طرف سے بالکل برائے نام وصولی ہوئی ہے۔ تمام جماعتوں کو ان کے ذمہ سابقہ بقایا کی اطلاعات بھی نظارت ہذا کی طرف سے ارسال کی جا چکی ہیں اس کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام صدر صاحبان اور سیکرٹریان مال کو ابھی سے کوشش اور جدوجہد شروع کر دینی چاہیئے۔ تاکہ آخر مالی سال تک نہ صرف موجودہ مالی سال کے لازمی چندہ جات کی وصولی سو فیصدی ہو جائے۔ بلکہ لازمی چندہ جات کا بقایا بھی بیباق ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ جملہ احباب جماعت و عہدیداران کو اپنی رضا کے مطابق زیادہ سے زیادہ خدمات دینیہ کی توفیق دے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

سیکرٹریان تبلیغ توجہ فرمائیں

جماعتوں کے سیکرٹریان تبلیغ کو اس بات کی بار بار تاکید کی گئی ہے کہ وہ اپنی ماہوار تبلیغی رپورٹ باقاعدگی سے دفتر میں بھجوایا کریں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ ماہ جون کی رپورٹ اس وقت تک بہت کم جماعتوں کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ آئندہ ماہ سے اخبار میں ایسی جماعتوں کی فہرست دی جایا کرے گی۔ جن کی طرف سے رپورٹ موصول ہوتی ہے۔ تاکہ رپورٹ نہ دینے والی جماعتوں کو تبلیغی رپورٹوں میں اپنا نام نہ پا کر توجہ پیدا ہو۔

سیکرٹریان تبلیغ اور پریذیڈنٹ صاحبان جماعت کو یہ امر ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ ہمارا سب سے اہم کام تبلیغ ہے اس کو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ انبیاء کی جماعتوں کا پہلا فرض پیغام حق کو پہنچانا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

خاکسار مرزا وسیم احمد ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

خبریں

نئے ایس۔ڈی۔ایم صاحب بٹالہ کی قادیان میں آمد

قادیان مورخہ ۱۲ جولائی۔ آج سردار دلیپ سنگھ صاحب سندھو پی۔سی۔ایس۔ ایس۔ڈی۔ایم۔ بٹالہ قادیان تشریف لائے۔ ان کی ملاقات کے لئے جناب مولوی عبدالرحمن صاحب فاضل ناظر اعلےٰ اور جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔اے۔ ناظر امور عامہ دفتر میونسپل کمیٹی قادیان میں تشریف لے گئے۔ اور سلسلہ کے بعض ضروری امور کے متعلق ان سے گفتگو کی۔ بعد ازاں جناب ایس۔ڈی۔ایم صاحب محلہ احمدیہ میں بمعیت سردار گوردیال سنگھ صاحب باجوہ صدر میونسپل کمیٹی قادیان تشریف لائے۔ سلسلہ کے مقدس مقامات (مسجد مبارک۔ مسجد اقصےٰ۔ بہشتی مقبرہ وغیرہ) کی زیارت کی۔ اور تقریباً آدھ گھنٹہ مہمان خانہ میں بیٹھ کر جہاں ان کی آموں اور دودھ اور لیموں سے تواضع کی گئی واپس تشریف لے گئے۔ (نامہ نگار)

نئی دہلی ۱۷ جولائی۔ رکشا منتری کا تری کرشنامینن نے جنیوا روانہ ہونے سے پہلے ہندوستان کے اپنے بحری اڈے پر تباہ کن جہاز اور مال ڈھونے والے جنگی جہاز تیار کرنے کے پلان کو منظوری دے دی تھی۔ یہ قدم ہندوستانی بحری بیڑے کو خود کفیل بنانے کے لئے اٹھایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس سے کروڑوں روپیہ کا زرمبادلہ بچے گا۔

کراچی ۱۷ جولائی۔ پاکستان میں کثیر ازدواج شادیوں پر کنٹرول کا آرڈیننس کل سے نافذ ہو گیا ہے۔ یہ آرڈیننس اس سال ماہ مارچ میں جاری کیا گیا تھا اور اس کا بنیادی طور پر مقصد یہ ہے اسلام میں تعدد ازدواج کی اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے طریق کی روک تھام کی جائے۔ اس آرڈیننس کے ماتحت ان تمام شادیوں کو رجسٹریشن کی جائے گی۔ جو اسلامی شریعت کے مطابق ہوں گی۔ ایک ثالثی کونسل کی قبل از وقت منظوری کے بغیر ایک عورت کی موجودگی میں دوسری عورت سے شادی کو ممنوع قرار دیدی گئی ہے۔ بیوی کو طلاق دینے کے بارے میں مرد کے حقوق پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ شادی کے لئے لڑکی کی عمر ۱۴ سال سے بڑھا کر ۱۶ برس کر دی گئی ہے۔

قاہرہ ۱۷ جولائی۔ مکہ کے مفتی اور دیگر مذہبی رہنما ان جرمنوں کی حرکت پر سخت ناراض ہیں جنہوں نے کاروباری فائدہ کے لئے عارضی طور پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ کئی جرمن اسلام قبول کر کے مکہ گئے جہاں کوئی غیر مسلم نہیں جا سکتا۔ اور وہاں گھومنے کے بعد واپس یورپ چلے گئے اور انہوں نے اسلام بھی ترک کر دیا۔ سعودی عرب میں ابھی کئی سابق جرمن نازی افسر رہ رہے ہیں۔

نئی دہلی۔ ۱۷ جولائی۔ اتحادی سیما کے سیکرٹری جنرل مسٹر سمیر شولڈ کے دورہ بھارت کے تازہ ترین پروگرام کے مطابق وہ ۲۳ جولائی کو نئی دہلی پہنچ رہے ہیں۔ وہ پردھان منتری پنڈت نہرو اور بھارت سرکار کے ساتھ متعدد عالمی مسائل پر بات چیت کریں گے۔ آپ تین دن دہلی میں ٹھہریں گے۔

کراچی ۱۷ جولائی۔ معتبر حلقوں نے ان خبروں کی تصدیق کی ہے۔ کہ پاکستان کو امریکہ سے فضا سے فضا میں ہی مار کرنے والے راکٹ کافی مقدار میں ملیں گے۔ یہ راکٹ نئے سیبر جیٹ لڑاکا جہازوں کے ساتھ ہی بھیجے جائیں گے۔ ان حلقوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ان ہوائی جہازوں اور راکٹوں کے ملنے کے بعد پاکستان کی ہوائی فوج خطہ میں سب سے زیادہ طاقتور فوج ہو جائے گی۔

نئی دہلی ۱۷ جولائی۔ پنجاب میں اعلےٰ تعلیم کی بڑھتی ہوئی مانگ کے پیش نظر صوبہ کے لئے نئی یونیورسٹی قائم کرنے کی تجویز ہے اس سوال پر غور کے لئے ماہرین کی جو کمیٹی مقرر کی گئی تھی اس نے نئی یونیورسٹی قائم کرنے کی سفارش کی ہے۔ حکومت نئی یونیورسٹی پٹیالہ میں قائم کرنا چاہتی ہے۔ مگر کمیٹی نے پٹیالہ کے خلاف رائے دی ہے کمیٹی کے خیال کے مطابق چونکہ پٹیالہ دہلی کا گڑھ ہے اسلئے وہاں یونیورسٹی قائم کرنا فضول ہو گا۔ کمیٹی نے دیہاتی قسم کی بجائے جس کا پنجاب حکام نے سمجھا تو دیہاتی یونیورسٹی کی حمایت کی ہے بہت سے تعلیمی حکام یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ بہر کیف تعلیمی

کینانور میں مسجد احمدیہ کا افتتاح

(بقیہ صفحہ اوّل)

جناب ناظر صاحب بیت المال جناب ناظر صاحب امور عامہ مکرم ملک صلاح الدین صاحب حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آباد۔ پروفیسر محمد صاحب (ریٹائرڈ ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن مدراس) کے پیغامات قابل ذکر ہیں۔

اس کے بعد جناب حاجی وی۔کے محمود صاحب نے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ مکرم مولوی امینہ صاحب کی اقتدار میں لمبی دعا کے بعد یہ مبارک اور مسعود تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

اس تقریب سعید کے متعلق مالا بار کے کثیر الاشاعت اخبارات ماتر بھومی، دن پربھا، سوراج وغیرہ نے رپورٹیں شائع کیں خاص طور پر جنوبی ہند کا مشہور و معروف اخبار ماتر بھومی نے اپنی طویل رپورٹ میں جماعت احمدیہ کینانور کی ایک مختصر تاریخ بیان کرتے ہوئے ذکر کیا کہ جہاں دیگر مسلمانوں نے احمدیوں کیلئے اپنی مسجد میں بند کر دی وہاں اس مسجد کے افتتاح کے موقعہ پر یہ اعلان کیا گیا کہ خدا تعالےٰ کی عبادت کی خاطر یہ مسجد خواص و عوام سب کے لئے کھلی ہے۔

خاکسار محمد عمر مالا باری نزیل کینانور

جناب ڈاکٹر مہندر سنگھ صاحب انچارج سول ہسپتال بٹالہ کا حسن سلوک

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ

خاکسار اپنے ذاتی کام کے سلسلہ رخصت پر قادیان آیا تھا کہ مورخہ ۱۵/۶/۶۱ کو اپنا یک اپنڈے سائیٹس Appendicitis کا حملہ ہوا۔ اللہ تعالےٰ کے خاص فضل سے بٹالہ سول ہسپتال میں اپریشن کا بروقت انتظام ہو گیا۔ باوجود دُن دنوں بجلی وغیرہ بند ہونے کے مکرم ڈاکٹر مہندر سنگھ صاحب انچارج ہسپتال نے نہایت خندہ پیشانی سے اپریشن کیا۔ مکرم ڈاکٹر صاحب کے علاوہ سب انچارج لیڈی ڈاکٹر صاحبہ دیندار شانتی پرکاش ہیڈ کمپاؤنڈر اور جناب باجوہ صاحب کمپاؤنڈر بڑی شفقت سے پیش آتے رہے۔ بلکہ عملہ ہسپتال کے متعلق ہر خاص و عام پر اسی قسم کا اثر ہے۔ کہ عوام کے ساتھ ان کا بہت ہی اچھا سلوک ہے۔ میں اپنی طرف سے اور اپنے دوسرے بھائیوں کی طرف سے عملہ کا خاص طور پر شکر گذار ہوں ـــ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔

خاکسار مبارک علی انچارج مبلغ علاقہ میسور حال قادیان

تقرر عہدیداران پراونشل آرٹلیسہ

۱۔ سیکرٹری مال و امین ـ سید ابو صالح صاحب ـ او۔ایم۔پی کٹک ۳
۲۔ ،، تعلیم و تربیت و دعوۃ و تبلیغ ـ سید منظور احمد صاحب ـ اکاؤنٹنٹ سب ٹریژری آفس نعیہ شیرپور
۳۔ ،، امور عامہ و خارجہ ـ مولوی سید انوار الحق صاحب ـ مرچنٹ درگاہ بازار کٹک ۱
۴۔ ،، اصلاح و ارشاد تحریک جدید و وقف جدید ـ مولوی فضل الرحمن صاحب ـ فضل منزل خوردہ (اڑیسہ)
۵۔ آڈیٹر ـ مولوی عبدالسلام صاحب ـ ڈھینکانال ہوسپوری دما)
۶۔ قاضی ـ مولوی سید عبدالقادر صاحب (کٹک شہر) معرفت مولوی عبدالستار صاحب ایم۔اے۔ سلامت باغ

نوٹ۔ اس سے پیشتر جو اعلان مورخہ ۶/۶/۶۱ میں شائع ہوا ہے اس میں شیخ علی احمد صاحب کا نام بطور سیکرٹری مال شائع ہوا ہے۔ وہ صرف کٹک ٹاؤن کے ہی سیکرٹری مال ہیں پراونشل سیکرٹری مال مکرم سید ابو صالح صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ او۔ایم۔پی کٹک ۳ ہی ہیں۔

ناظر اعلےٰ امور انجمن احمدیہ قادیان

مندرجہ ذیل احباب کا چندہ اخبار بدر ماہ جولائی ۱۹۶۱ء میں ختم ہے

۱۷۵۶ ۔ مکرم اے۔ ایم علی محی الدین صاحب مدراس
۱۱۳۰ ،، سید محمد سرور شاہ صاحب دارالسلام ٹانگانیکا
۱۵۹۵ ۔ محمد اعظم صاحب طالب علم منگال چرلہ خوردہ
۱۰۷۱ ،، اے۔ ایچ۔ اے حفیظ صاحب سانکولم
۱۲۷۶ ،، صدیق امیر علی صاحب موگراں
۱۷۱۷ ۔ شرافت احمد خان صاحب ایڈووکیٹ کٹک
۱۲۰۵ ۔ ایس کے سلطان احمد صاحب پنک مسکن
۱۲۲۸ ۔ ڈاکٹر محمد حسین صاحب کنارتی
۲۰۳۵ ،، خورشید احمد صاحب یادگیر
۲۰۴۶ ۔ اے قاضی صاحب دھارواڑ
۲۰۴۷ ۔ مکرمی ایم۔ایس اللہ دین صاحب سکندرآباد
۲۰۲۸ ۔ ،، بی۔ایم عبدالرحیم صاحب منگلور
۲۰۲۹ ۔ ،، محمد غوث الدین صاحب حیدر آباد
۲۰۷۸ ،، ڈاکٹر میجر محمد خان صاحب عدن
۱۴۵۷ ۔ ،، ایس۔ایم یوسف صاحب بانڈہ
۲۰۹۰ مکرمہ اکرم النساء صاحبہ گوہاٹی
۲۰۹۱ ۔ مکرمی بابو عبدالقیوم صاحب جموں
۲۰۹۵ ،، قریشی عارف علی صاحب لکھنؤ
۲۰۹۸ ،، تاج علی صاحب گرلہ
۲۰۸۹ ،، رحمت اللہ صاحب کمامیری

(مینجر بدر)